
ذلیل کیچوا
شکیل انجم
18

ذلیل کیچوا

از شکیل انجم

ناول سکین بائے

حسن رضا سردار وصفی

خصوصی تعاون

منہال عقیل قریشی & محمد سجاد بھٹی



کی یکساں پسند

جاسوسی سسپنس اور طنز و مزاح سے بھرپور

کرنل پرویز فیصل، زرین اور سِدّو بھائی سیریز

نمبر ۱۸

ذلیل کیچوا

شکیل انجم

مشہور مصنف شکیل انجم

کی تحریر کردہ کرنل پرویز سیریز کے کسی واقعہ یا کسی کردار کو نقل یا اخذ نہیں کیا جا سکتا، بصورتِ دیگر قانونی چارہ جوئی کی جائیگی، جسکی سماعت کا حق صرف کراچی کی عدالتوں کو ہوگا۔



محمد شریف خٹک ایڈوکیٹ ، سپریم کورٹ

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

طابع ——— شکیل انجم

مطبع ——— شیخ سلطان ٹرسٹ پریس کراچی

آرٹسٹ ——— ظفر

قیمت ۔/ ۱۲ روپے

واحد تقسیم کار

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۳۳ ، کراچی نمبر ۱

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہادر وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔" (بخاری و مسلم)

◆◆◆

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مجھے وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کیا کر۔ اُس نے پھر کہا کہ مجھے وصیت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا غصہ نہ کیا کر۔

◆◆◆

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اُن کی جانوں، اموال اور اولاد کی صورت میں برابر آزمائش رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملیں گے کہ گناہوں سے پاک و صاف ہو چکے ہوں گے۔" (ترمذی شریف)

◆◆◆

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے، خواہ وہ کسی قسم کی ہو، بیماری ہو، رنج ہو، غم ہو، تکلیف و ایذا ہو، حتیٰ کہ ایک کانٹا بھی چبھے، اللہ تعالیٰ اُس کے صلے میں اُس کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

◆◆◆

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنا غصہ ایسے وقت ضبط کرے کہ بدلہ لے سکتا ہو، اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن مخلوق کے روبرو بلائے گا اور اختیار دے گا کہ فراخ چشم حوروں میں سے جس کو چاہے پسند کرے۔" (ترمذی شریف)

◆◆◆

حضرت سلمان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے اور اُن کے چہرے غصے سے سُرخ تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ کہیں، تو ان کا غصہ دُور ہو جائے۔ وہ کلمہ ہے
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔" (بخاری شریف)

کردار اور تعارف

• کرنل پرویز ملک	سیکرٹ سروس کے افسر اعلیٰ	عمر ۵۰ سال
• رقیہ خانم	کرنل پرویز کی بیگم صاحبہ	" ۳۰ "
• فیصل	کرنل پرویز کا ہونہار اور ذہین فرزند	" ۱۵ "
• زرین	فیصل کی چھوٹی بہن بے حد ذہین	" ۱۳ "
• سارجنٹ لاشاری	کرنل پرویز کا ماتحت زندہ دل نوجوان	" ۲۷ "
• خان آفریدی	سیکرٹ سروس کا چیف	" ۵۵ "
• دادی اماں	پرانے زمانے کی سیدھی سادی عورت خوش مزاج اور چڑچڑی بھی	" ۸۰ "

اور

سدو بھائی

فیصل اور زرین کے خالہ زاد بھائی ہے۔ میٹرک میں چار مرتبہ فیل ہے۔ بے وقوف بھی چالاک بھی۔ ڈرپوک بھی بہادر بھی۔ ایک عجیب و غریب شخصیت ——— عمر ۲۰ سال

واحد تقسیم کار

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

ذاتی صفحہ

ساتھیو! ذلیل کیچوا پیش کر رہا ہوں، یہ نام آپ کو عجیب لگا ہوگا کہانی اس سے بھی زیادہ عجیب اور سنسنی خیز ہے۔ یہ ایک مختلف انداز کی کہانی ہے۔ دراصل میری کوشش ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ مختلف موضوعات پر ناول لکھے جائیں یکسانیت کا احساس ہونے پائے۔ گھسے پٹے موضوعات اور فارمولا ٹائپ ناول لکھنے کا رواج آج کل عام ہے لچر اور بے مقصد مکالموں میں ناول ختم ہو جاتا ہے پڑھنے والے کو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہوا کیا ہے؟؟

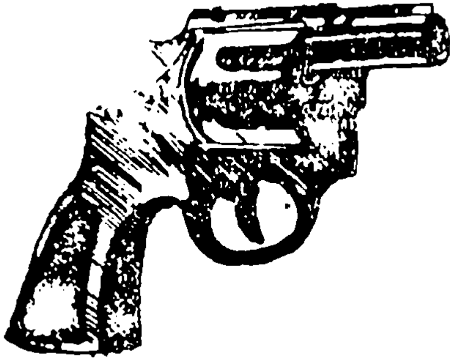
ساتھیو! آج کل ہمارے ایٹمی پلانٹ کا بڑا چرچا ہے۔ عالمی سطح پر نہایت شدومد کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ ہم ایٹم بم بنا رہے ہیں جس کا نام "اسلامی بم" رکھا گیا ہے۔ ہم نے بارہا یقین دلایا کہ ایٹمی توانائی پر امن مقاصد اور ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں بھی اس سے استفادہ کرنے کا اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا دوسرے ممالک کو، مگر وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ ہم دھماکہ کرنے والے ہیں۔
اب پتہ چلا ہے کہ چند ممالک ہمارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جس طرح عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کر دیا گیا تھا ان دشمن ممالک میں اسرائیل کا نام بھی لیا جا رہا ہے جو فلسطینیوں کا حق غصب کئے بیٹھا ہے اور فتنہ و فساد کے بیج بوتا جس کے مزاج کا خاصہ ہے۔ "ذلیل کیچوا" کی کہانی ایسے ہی واقعات کے گرد گھومتی ہے۔ بہرحال یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ کیچوا جو دنیا کا سب سے بے ضرر کیڑا ہے، وہ بھی ذلیل ہو سکتا ہے؟۔

ساتھیو! اس راز سے تو ناول پڑھنے کے بعد ہی پردہ اٹھ سکے گا۔ لہٰذا صفحہ الٹیے، سدو بھائی بے چینی سے آپ کے منتظر ہیں۔

اللہ حافظ ——— آپ کا

شکیل انجم

۵۴تا



ترتیب

واحد تقسیم کار

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۲۳ کراچی ۱

لمبا آدمی

سدو بھائی نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔ فیصل اور زرین کے لئے یہ خبر بڑی سنسنی خیز تھی کیونکہ ہوشیاری میں وہ کوئی بڑی حماقت کر سکتے تھے اور چونکہ سدو بھائی کا معاملہ الٹ تھا اس لئے حماقت میں ان سے عقل مندی کی باتیں ہی سرزد ہو جایا کرتی تھیں۔

سدو بھائی بہت غصے میں تھے، ہاتھ پشت کی جانب بندھے ہوئے تھے اور بہت تیز قدموں سے کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ سامنے فیصل اور زرین مسکین صورت بنائے بیٹھے تھے اور بالکل خاموش تھے۔

"آخر آپ لوگ یہ تسلیم کیوں نہیں کر لیتے کہ ہم چالاک ہو گئے ہیں" سدو بھائی مٹھیاں بھینچ کر بولے۔

"اس لئے کہ چالاک ہونے کے بعد آپ بالکل ہی ہاتھ سے نکل جائیں گے" زرین نے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے ہم وہ ہیں..... کیا ہوتا ہے... طوطے!"

"سدو بھائی ہاتھوں کے طوطے نکلتے نہیں، اڑتے ہیں" فیصل بولا۔

"آہ۔۔۔" سدو بھائی نے آسمان کی طرف دیکھ کر گہری سانس لی" کاش ہم ایک ننھا سا ــــ خوبصورت سا ــــ پرندہ ہوتے اور آزاد فضاؤں میں پرواز کرتے"

"سوچ لیجئے" زریں اندیشے کا اظہار کرتی ہوئی بولی "مڑی ہوئی چونچ والا کوئی خونخوار شکرا آپ کی طرف لپک سکتا ہے اور آپ کو پنجوں میں دبا کر نانگا پربت کی سب سے بلند چوٹی پر بیٹھ کر اپنے معدے میں منتقل کرسکتا ہے"

"آپ کو ہر وقت ہماری شکست وریخت کی بات سوجھتی رہتی ہیں" سدو بھائی بھنا کر بولے۔

"واہ واہ ــــ!" فیصل نے تالی بجا کر کہا" بڑی گہری اردو بول رہے ہیں آج کل ــــ کتنی مرتبہ رٹا لگایا تھا"

"رٹے کی کیا ضرورت ہے" سدو بھائی سینہ تان کر بولے" کہہ جو دیا ہم ہوشیار ہو گئے ہیں۔ اب تو سرسوں پر ہتھیلی جمائیں گے"

"سدو بھائی آپ الٹا بول گئے" زریں نے قہقہہ لگایا۔ ہتھیلی پر سرسوں جمانا کہتے ہیں"

"بالکل غلط کہتے ہیں" سدو بھائی نے ترکی بہ ترکی کہا" لے آیئے سرسوں کے آٹھ دس دانے، اور رکھ دیجئے ہماری ہتھیلی پر! اگر ایک جگہ نہ ٹھہر جائیں تو جو چور کی سزا وہ ہماری سزا۔ مزا تو جب ہے کہ ان چند دانوں پر ہتھیلی جمائی جائے"

"آپ ایسا کر سکتے ہیں ؟" فیصل نے تعجب سے پوچھا۔
" اور لیجئے ۔۔۔!" سدو بھائی فیصل کی طرف اشارہ کر کے بولے "انھیں دین دنیا کا کچھ علم ہی نہیں ہے۔ اجی جناب! ہم اس کا تجربہ کر چکے ہیں"
"کمال ہے" فیصل نے حیرانی ظاہر کی "ہمیں بھی دکھائیے وہ تجربہ۔!"
" ضرور دکھاتے ۔ مگر اس وقت سرسوں کہاں سے آئے گی"
"میں لاتی ہوں" زریں بولی "امی تیل نکلوانے کے لئے کچھ سرسوں خرید کر لائی ہیں۔ اس میں سے تھوڑی سی لے آتی ہوں"
سدو بھائی کے چہرے کا رنگ بدل سا گیا۔ مگر کچھ بولے نہیں۔ زریں فوراً سرسوں کے دس بارہ دانے لے آئی۔ سدو بھائی پہلے تو سٹپٹائے پھر انھوں نے سرسوں کے دانے بستر پر ایک دبی ہوئی جگہ پہ رکھ دیئے۔ جو لڑھک کر ایک جگہ اکٹھا ہو گئے۔ سدو بھائی نے شریر نظروں سے فیصل اور زریں کی طرف دیکھا، پھر مسکرا کر سرسوں پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔
" واہ سدو بھائی!" فیصل ان کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا "اب تو آپ کو بیوقوف بنانا بھی آگیا ہے"
" بیوقوف بنانا ہی تو چالاکی کی شان ہے ۔۔۔ آن بان ہے" سدو بھائی تقریر کرنے کے انداز میں بولے "کوئی کاروبار میں بیوقوف بنا رہا ہے۔ کوئی ادب میں بیوقوف بنا رہا ہے، کوئی سیاست میں، بیوقوف بنا رہا ہے کوئی امتحان میں بیوقوف بنا رہا ہے"
" امتحان میں ۔۔۔ کیا مطلب ؟" زریں نے پوچھا۔

"یہ لیجیئے، انھیں کچھ خبر ہی نہیں۔" سدو بھائی ہاتھ مٹکا کر بولے۔ "یعنی چار سال سے ہمیں میٹرک میں فیل کیا جا رہا ہے اور آپ خواب مدہوش کے مزے لوٹ رہی ہیں۔"

"خوابِ خرگوش!" فیصل نے تصحیح کی۔

"کچھ بھی سہی۔" سدو بھائی مکا لہرا کر بولے۔ "یہ سب کچھ ایک سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ پڑھنا لکھنا خود کو نہیں آتا اور ہماری کاپی پر انڈا بنا دیتے ہیں۔"

"بھئی آپ کی کاپیاں جانچنے کے لئے ممتحن صاحب کو کسی ماہرِ تحریر کی ضرورت پڑے گی۔" زریں نے کہا۔

"بس بس! آپ خاموش رہیئے۔" سدو بھائی غصّے سے بولے۔

"اگر اس مرتبہ ہمیں فیل کیا گیا تو ہم ممتحن صاحب کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"کیا کریں گے؟"

"جی نہیں ——" سدو بھائی آنکھیں گھما کر بولے۔ "اپنا راز دوسروں کو بتانا بے وقوفی کا کام ہے، اور ہم چالاک ہو گئے ہیں۔"

"اگر دادی امّاں کو یہ پتہ چل گیا کہ آپ چالاک یعنی سیانے ہو گئے ہیں تو پھر آپ کی خیر نہیں۔" فیصل نے کہا۔

"وہ کیوں؟" سدو بھائی نے جلدی سے پوچھا۔

"سیدھی سی بات ہے۔" فیصل بولا۔ "جب وہ دیکھیں گی لڑکا سیانا

ہو گیا تو آپ کے ہاتھ پیلے کرنے کی سوچیں گی۔"

"یعنی ہمارے ہاتھ پیلے ہوں گے۔" سدو بھائی آنکھیں نکال کر بولے۔

"جی ہاں ——!"

"ہرگز نہیں۔ ہمارے ہاتھ تو دادی امّاں کے خون میں لال ہوں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" زریں نے بوکھلا کر کہا۔

"یعنی آپ خدانخواستہ دادی امّاں کو قتل کر دیں گے۔" فیصل بھی بولا۔

"آپ کو ہر وقت جنگ و جبل کی سوجھتی ہے۔" سدو بھائی نے جھلا کر کہا۔

"جبل نہیں —— جنگ و جدل۔" زریں نے کہا۔ "جبل تو پہاڑ کو کہتے ہیں۔

"ہم پہاڑ پر لڑی جانے والی جنگ کی بات کر رہے ہیں۔"

"مگر... خون والا قصّہ کیا ہے۔" فیصل نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا دماغ چرنے چلا گیا ہے۔" سدو بھائی گرم ہو کر بولے۔ "ذرا بتایئے دادی امّاں کو گردے کی شکایت نہیں ہے؟"

"ہاں —— ہے!" فیصل نے کہا۔

"اور وہ اکثر اوقات آپریشن کی بات بھی کرتی رہتی ہیں؟" سدو بھائی نے دوسرا سوال کیا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" زریں بولی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے... وہ بھی ٹھیک ہے، تو یہ بھی ٹھیک ہے کہ

ہم بڑے ہو کر ڈاکٹر بنیں گے اور اپنے ہاتھوں سے دادی اماں کا آپریشن کرینگے"
"بڑی دور کی کوڑی لائے آپ ؟" فیصل بولا۔
"مگر آپ بڑے کب ہوں گے ؟" زرین نے بھی کہا۔
"ہو جائیں گے بڑے ، آپ کو کیا فکر ہے ۔" سدو بھائی تنک کر بولے
"صرف بیس سال کے ہیں ، بیس ہزار سال کے تو نہیں ہیں ۔"
"مگر ۔ ۔ ۔ ۔ دادی اماں کا گردہ ؟"
"بھاڑ میں جائے ۔" سدو بھائی گردن جھٹک کر بولے ۔ مگر پھر خیال آتے ہی اپنے منہ پر تھپڑ مارنے لگے ۔ فیصل اور زرین ہنستے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے ۔ سدو بھائی ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گئے ۔ ابھی وہ ڈرائینگ روم کے دروازے پر تھے کہ صدر دروازے پر ہلکی دستک سنائی دی ۔
سدو بھائی نے دروازہ کھول دیا ۔ سامنے ایک لمبا سا آدمی کھڑا تھا ۔ سدو بھائی نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا ۔ پھر ناراضگی کے انداز میں بولے ۔
"جناب والا ! اس دروازے پر ایک عدد کال بیل کا بٹن بھی لگا ہوا ۔ یعنی کہ سوچئے ! دروازہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے ۔"
"میں نے دیکھا نہیں تھا ۔" وہ شخص لجاجت سے بولا ۔
"چلئے اب دیکھ لیجئے ۔ اور نام اور کام بھی بتا دیجئے ۔"
"میں کرنل صاحب سے ملنا چاہتا ہوں ۔"
"کیوں ملنا چاہتے ہیں ؟" سدو بھائی کولہوں پر ہاتھ رکھے بڑے انداز سے بول رہے تھے ۔

" دیکھئے مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے " وہ شخص گھبرائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا " نہایت اہم معاملہ ہے "

" نہایت اہم معاملہ! " سدو بھائی تقریباً چیخ کر بولے " اہم معاملوں کی تو تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ ہمیں بتا دیجئے۔ اور آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں اندر ڈرائنگ روم میں تشریف لے آیئے "

وہ شخص سدو بھائی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگیا۔ سدو بھائی نے ے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر بولے۔

" ہاں تو فرمایئے وہ کونسا اہم معاملہ ہے۔ ہم چٹکی بجاتے میں آپ کا ملہ حل کر دیں گے "

" دیکھئے سنجیدگی اختیار کیجئے " وہ شخص خوفزدہ سے لہجے میں بولا " میری گی خطرے میں ہے، وہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں "

" ک ک۔۔۔ کون لوگ؟ " سدو بھائی چونک کر بولے۔

" وہ بہت ظالم لوگ ہیں۔ آپ مجھے کرنل صاحب سے ملوا دیجئے " وہ چینی سے بولا۔

" آپ ہمیں بتایئے " سدو بھائی جلدی سے سنبھل گئے " ہم بھی کسی سے یں ہیں۔ آپ کے قتل ہونے کے ایک گھنٹے کے اندر اندر اگر مجرم کو گرفتار ے پھانسی پر نہ چڑھا دیں تو ہمارا نام بدل دینا۔ اسے کہتے ہیں جاسوسی۔! "

" دیکھئے خطرہ قریب ہے ذرا جلدی کرنل صاحب کو بلا دیجئے "

" کوئی آپ کا تعاقب تو نہیں کر رہا تھا " سدو بھائی نے اس کے قریب جا کر

سرگوشی میں پوچھا۔

"میں اس وقت سخت مشکل۔۔۔۔" اس نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ یکایک کمرے میں زبردست دھماکہ گونجا۔ سدو بھائی نے کھڑکی میں ایک ہاتھ اور اس میں دبا ہوا ریوالور دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ انھیں نہیں معلوم کیونکہ دھماکہ ہوتے ہی وہ اوپر اچھلے تھے ——— اور پھر دھم سے نیچے گر گئے تھے

دشمن کی چال

فیصل اور زرین دھماکے کی آواز سن کر فوراً ڈرائینگ روم کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ وہ اندر داخل ہوئے تو بارود کی بو محسوس ہوئی اور جب صوفوں کی طرف نظر گئی تو ٹھٹھک گئے۔ وہاں ایک لمبا آدمی بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اس کے سر کے پچھلے حصّے میں سوراخ تھا جس سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

صوفوں کے درمیان فرش پر سدو بھائی پڑے تھے۔ ان کے جسم پر کوئی زخم دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔

"سدو بھائی اٹھیئے، آپ ٹھیک تو ہیں؟" زرین نے قریب جا کر کہا۔

"گولی۔۔۔ گولی۔۔۔" سدو بھائی آنکھیں کھولے بغیر بولے۔ "ذرا دیکھیئے گولی اس لمبے آدمی کے لگی ہے یا ہمارے لگی ہے۔؟"

فیصل نے سدو بھائی کو الٹ پلٹ کر ٹٹولا۔ وہ صحیح سالم تھے۔

"سدو بھائی آپ بالکل ٹھیک ہیں" اس نے کہا" جلدی اٹھیئے وہ لمبا آدمی قتل ہو گیا ہے۔"

"ق ق۔۔۔۔ قتل!" سدو بھائی جھرجھری لے کر بولے۔

"ہاں" زریں نے کہا" جلدی بتایئے یہ سب کیسے ہوا؟"

"ہمیں کیا معلوم کیسے ہوا؟" سدو بھائی جھلا کر بولے" وہ خود اپنی موت کو پیچھے لگا کر لایا تھا۔"

"مگر یہ تھا کون ــــ آپ اسے جانتے ہیں؟" فیصل نے پوچھا

"ہم کیوں جانیں گے اسے!" سدو بھائی پیر پٹخ کر بولے" کیا آپ نے ہمیں قاتلوں اور مقتولوں کا رشتہ دار سمجھ رکھا ہے۔ یہ تو خالو جان سے ملنے آیا تھا۔ ہم نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مگر نہ مانا، آخر مارا گیا۔"

"اس نے کچھ اور بھی کہا تھا" زریں نے دریافت کیا۔

"بار بار یہی کہہ رہا تھا اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"کون خطرے میں ہے" دادی اماں اندر داخل ہوتی ہوئی بولیں" یہ سدو ہی کسی چکر میں پھنس گیا ہو گا۔"

"دادی اماں ہم بال بال بچ گئے" سدو بھائی قریب آ کر بولے۔

"کیا ہوا ــــ کس چیز سے بچ گیا؟؟"

"گولی ہمارے سر پر سے گذر گئی ورنہ اس وقت ہماری لاش بغیر انگریزی کفن کے پڑی ہوتی، اور آپ ہمارے سرہانے بیٹھ کر اور پان چبا چبا

کر تلاوت کر رہی ہوتیں۔"

زریں تعجب سے بولی "سدو بھائی یہ انگریزی کفن کیا چیز ہے؟"

"آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں" سدو بھائی اپنی علمیت کا رعب جھاڑتے ہوئے بولے "جناب لفظوں پر ذرا سا غور کیا جائے تو سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ اگر آپ کا مطالعہ وسیع ہے تو یہ لفظ ضرور کہیں پڑھا ہو گا، گورد کفن۔ یہ لفظ انگریزوں کے زمانے کی اصطبل ہے۔"

"اصطلاح!" زریں نے تصحیح کی۔

"ہاں اصطلاح" سدو بھائی نے اپنی بات جاری رکھی "تو جناب جس طرح خلعت شاہی ہوا کرتی تھی اسی طرح انگریزی کفن ہوا کرتا تھا۔ مغل بادشاہ اپنے خوشامدیوں کو خلعت شاہی عطا کرتے تھے اور انگریز اپنے چمچوں کو انگریزی کفن دیا کرتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں لوگ انگریزوں کو گورا کہا کرتے تھے لہٰذا اس کا نام پڑ گیا گورد کفن!"

"ماشاءاللہ۔۔۔ کیا معلومات ہیں آپ کی" زریں کہنے لگی "جناب تاریخ والے صاحب گور قبر کو کہا جاتا ہے گورد کفن کا مطلب ہے قبر اور کفن۔"

"ٹھیک ہی تو ہے" سدو بھائی ہاتھ اٹھا کر بولے "انگریزوں کا دل قبر سے کچھ کم تاریک ہوتا ہے۔"

"عجیب بحث میں الجھے ہوئے ہیں آپ لوگ!"

فیصل قریب آکر غصے سے بولا "ڈرائینگ روم میں لاش پڑی ہوئی ہے اور آپ کو تکرار کی سوجھی ہے۔"

"کیسی لاش۔۔۔کس کی لاش؟" دادی اماں نے حیرت سے کہا۔

"دادی اماں ایک آدمی قتل ہوگیا" فیصل نے بتایا۔

"قتل۔۔۔!" دادی اماں چونک پڑیں "ارے کس کا قتل ہوگیا۔؟"

اسی وقت بیگم پرویز بھی گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔

"کون قتل ہوگیا۔۔۔کس کی لاش پڑی ہے ڈرائینگ روم میں۔؟"

اور پھر جیسے ہی ان کی نظر صوفے پر پڑی ہوئی لاش پر گئی وہ ٹھٹھک گئیں۔ فیصل نے قریب جا کر کہا "امی آپ گھبرائیے نہیں۔ یہ شخص ڈیڈی سے ملنے آیا تھا۔ دشمن اس کے تعاقب میں تھا جو اسے قتل کر کے فرار ہوگیا"

بیگم پرویز ایک امن پسند عورت تھیں قتل و غارت سے بہت گھبراتی تھیں بلکہ ایسے موقعہ پر ان کے ہاتھ پیر پھول جایا کرتے تھے چنانچہ اس وقت بھی خاصی متوحش نظر آرہی تھیں۔ چند لمحوں بعد ان کی حالت قدرے سنبھلی تو فیصل اور زریں سے چیخ کر بولیں۔

تم لوگ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اپنے ڈیڈی کو فون کر دو"

"میں کرتا ہوں" فیصل ٹیلی فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ اسی وقت باہر کار رکنے کی آواز آئی۔ سدو بھائی فوراً صدر دروازے کی طرف دوڑ پڑے کیونکہ کار کرنل پرویز کی تھی۔

"قالو جان۔۔۔قالو جان۔۔۔ختل ہوگیا" سدو بھائی بدحواسی میں کھیں کا لفظ کھیں بول گئے۔

"کس کو قتل کر دیا سعید میاں" کرنل پرویز مسکرا کر بولے۔ انھیں

معلوم تھا کہ سدو بھائی وقت بے وقت الٹی سیدھی ہانکتے رہتے ہیں۔"

"ہم نے قتل نہیں کیا، ہم تو خود بال بال بچ گئے۔" سدو بھائی جلدی سے بولے۔ "بس ایک قاتل ہاتھ کھڑکی میں دکھائی دیا، گولی چلی، دھماکہ ہوا اور" اور سدو بھائی اداکاری کی کوشش میں خود بھی دھم سے نیچے گر گئے۔

اسی وقت بیگم پرویز ڈرائینگ روم سے باہر آئیں اور کرنل پرویز کو دیکھتے ہی بولیں۔

"جلدی آیئے اندر لاش پڑی ہے۔"

"لاش... یہاں...؟؟" آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ بیگم۔"

"ہاں ڈیڈی۔" فیصل اور زریں بھی باہر نکل آئے۔" وہ آپ سے ملنے آیا تھا کسی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔"

"کرنل پرویز تیزی سے ڈرائینگ روم میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے لاش کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ پھر فیصل سے پوچھا۔

"یہ کون تھا ـــــ کیوں ملنا چاہتا تھا؟" کچھ بتایا تو ہوگا اس سلسلے میں ـــــ"

"ہم بتاتے ہیں خالو جان۔" سدو بھائی آگے بڑھ کر بولے۔" سب سے پہلے اس نے ہم سے ملاقات کی تھی۔ ہم اس واقعہ کے چشم بددور گواہ ہیں۔"

"سدو بھائی چشم بددور غلط ہے۔ جو واقعہ نظروں کے سامنے گزرا ہو اسے چشم دید کہتے ہیں۔"

"اجی رہنے دیجیے۔" سدو بھائی تنک کر بولے۔" گھر میں جیتی جاگتی

لاش پڑی ہے اور آپ کو ہماری اصلاح کی سوجھی ہے"

جیتی جاگتی لاش پر فیصل بہت محظوظ ہوا۔ سدو بھائی نے اپنی بات جاری رکھی۔

"خالو جان۔ یہ شخص بار بار خطرے کا ذکر کر رہا تھا۔ اسی دوران میں گولی چلی اور ہم۔۔۔۔"

"دھم سے فرش پر گر پڑے" زرین نے آہستہ سے کہا۔

"ہم اور دھم کا قافیہ خوب ہے" فیصل بھی بولا۔

سدو بھائی نے قہر آلود نظروں سے دونوں کی جانب دیکھا، پھر دھیرے سے بولے "دیکھئے آخری وارننگ ہے، سدھر جائیے آپ لوگ، ورنہ ہمیں غلیل ایکٹ کا نفاذ کرنا پڑے گا"

دوسری جانب کرنل پرویز لاش کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے تھے اس لئے ان تینوں کو نوک جھونک کا موقع مل گیا تھا۔

مقتول کی جیبوں سے ایک پرس، لائٹر، سگریٹ کا پیکیٹ اور ایک رومال برآمد ہوا۔ پرس میں چھوٹی بڑی مالیت کے چند کرنسی نوٹ، شناختی کارڈ، لانڈری کی رسید، ٹیلی فون کا ادا شدہ بل اور اس نوعیت کی دیگر اشیاء موجود تھیں۔

شناختی کارڈ کے اندراجات کے مطابق اس کا نام علی اشرف تھا اور پتہ رحمانیہ ٹاؤن کا تھا۔ گھر کا ٹیلی فون نمبر بھی موجود تھا۔ لیکن کاغذات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کا تعلق وزارت خارجہ کے مرکزی دفتر سے ہے۔

" ڈیڈی کچھ پتہ چلا ؟" فیصل نے قریب آکر کہا۔

" ہاں ــــ" کرنل پرویز نے جواب دیا " نام پتہ معلوم ہو گیا ہے۔ ٹیلی فون نمبر بھی ہے۔ اس بات کا بھی پتہ چل گیا ہے کہ یہ وزارت خارجہ میں کسی اہم عہدے پر فائز تھا۔

" اس کے دفتر فون کیجئے " زرین بولی۔

" میرے خیال میں پہلے گھر والوں کو اطلاع دی جائے " یہ کہہ کر کرنل پرویز نمبر ڈائل کرنے لگے۔ دوسری جانب دوسری گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ــــ"

" یہ مسٹر علی اشرف کی رہائش گاہ ہے " کرنل پرویز نے پوچھا۔

" جی ہاں ــــ"

" آپ کون بول رہی ہیں ؟"

" میں ان کی بیوی بات کر رہی ہوں "

" گھر میں کوئی مرد ہو تو اس سے بات کرا دیجئے " کرنل پرویز نے کہا۔

" میرے سسر موجود ہیں۔ لیکن معاملہ کیا ہے۔ آپ کون صاحب ہیں ؟"

" پلیز آپ انہی سے بات کرا دیں "

" کچھ دیر بعد ریسیور میں ایک مردانہ آواز گونجی "

" ہیلو۔ ۔ ۔ میں سخاوت علی بول رہا ہوں "

" آپ مسٹر علی اشرف کے والد ہیں "

"جی ہاں ——— مگر آپ کون ہیں؟

"میرا نام کرنل پرویز ہے۔"

"اوہ کرنل صاحب!" سخاوت علی نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "میں آپ سے غائبانہ طور پر واقف ہوں۔ آپ کی بڑی تعریف سنی ہے، بہرحال اس وقت کیسے زحمت فرمائی؟"

"میں آپ کو ایک خبر سنانا چاہتا ہوں۔" کرنل پرویز نے کہا۔ "دراصل وہ خبر کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔"

"خیریت تو ہے کیا ہوا؟" سخاوت علی کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

کرنل پرویز علی اشرف کے قتل کی خبر سنانے کے لئے مناسب الفاظ تلاش کرنے لگے۔ چند لمحوں بعد بولے۔

"سخاوت علی صاحب! آپ جہاندیدہ انسان ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ موت اور زندگی خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہر چیز اسی کی طرف سے آئی ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والی ہے۔"

"ٹھیک ہے، مگر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" سخاوت علی نے متجسس لہجے میں کہا۔

"ذرا تحمل سے سنئے۔" کرنل پرویز ہمدردانہ لہجے میں بولے۔ "مسٹر علی اشرف کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ان کی لاش میرے گھر میں پڑی ہے۔ وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے کہ میری عدم موجودگی میں انھیں کسی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔"

کرنل پرویز کو اپنی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ بلکہ ریسیور نیچے گرنے اور

پھر ہلکے سے دھماکے کی آواز آئی۔ ظاہر ہے کہ مقتول علی اشرف کے والد اس صدمہ کی تاب نہ لاکر گر گئے تھے اور ریسور ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

چند لمحوں بعد وہی نسوانی آواز پھر سنائی دی۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ آپ نے ایسی کونسی خبر سنادی کہ میرے سُسر اچانک بے ہوش ہو گئے۔"

"آپ انھیں سنبھالئے۔" کرنل پرویز نے کہا۔" کچھ دیر بعد میں خود آپ کے مکان پر پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر کرنل پرویز نے سلسلہ منقطع کر دیا پھر وہ مقامی پولیس اسٹیشن کو رنگ کرنے لگے۔ سلسلہ ملنے پر انھوں نے کہا۔

"میں کرنل پرویز بول رہا ہوں۔ میرے مکان پر ایک قتل ہو گیا ہے آپ فوراً یہاں پہنچ کر ضروری کارروائی مکمل کیجئے۔"

مقامی تھانے سے ایک سب انسپکٹر اور تین سپاہی جلد ہی وہاں پہنچ گئے۔ اور ابتدائی کارروائی شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد لاش پوسٹ مارٹم کے لئے روانہ کر دی گئی اور اس کام سے فارغ ہو کر کرنل پرویز مقتول علی اشرف کے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

کرنل پرویز وہاں پہنچے تو کہرام مچا ہوا تھا۔ دروازے کے باہر بہت سے مرد جمع تھے اور اندر عورتیں بین کر رہی تھیں۔ ظاہر ہے مقتول کے والد سخاوت علی نے ہوش میں آنے کے بعد یہ المناک خبر سنادی تھی۔

کرنل پرویز سخاوت علی سے ملے تو وہ بے حد نڈھال تھے۔ چہرہ اور

داڑھی آنسوؤں سے تر تھی بار بار سینے پر ہاتھ رکھ کر کہتے تھے ” ہائے میرا ایک ہی چراغ تھا جو گل ہو گیا “

کرنل پرویز محض ایک پولیس افسر ہی نہیں بلکہ ایک ہمدرد انسان بھی تھے۔ انھوں نے غمزدہ باپ کو تسلی دی اور کہا۔

” صبر کیجئے۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔ میں جانتا ہوں کہ جوان اولاد کی المناک موت کا غم کتنا شدید ہوتا ہے۔ آپ کا دل خون کے آنسو رو رہا ہو گا۔ ذہنی کیفیت بھی درست نہیں ہو گی تاہم اگر آپ ہوش و حواس بحال کر کے میرے چند سوالات کے جواب دے دیں تو شاید ہم قاتل کو جلد گرفتار کر لیں “

” کرنل صاحب! “ سخاوت علی نے گلوگیر لہجے میں کہا ” وہ میرا ایک ہی بیٹا تھا میرے بڑھاپے کا سہارا تھا۔ آہ۔۔۔۔ معصوم بچے یتیم ہو گئے ہیں بیوی کا سہاگ اجڑ گیا ہے “

محلے کے لوگوں نے سخاوت علی کو تسلی دی آخر کچھ دیر بعد اس کی حالت قدرے سنبھل گئی کرنل پرویز نے کہا ” محترم حوصلہ رکھیئے، ہمت سے کام لیجئے۔ میرے چند سوالوں کے جواب دے دیجئے۔ ہو سکتا ہے میں قاتل کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاؤں “

” اب کیا رہ گیا ہے کرنل صاحب! “ سخاوت علی نے حسرت زدہ لہجے میں کہا ” میں برباد ہو گیا ہوں، میرا خاندان تباہ ہو گیا ہے۔ لیکن۔۔۔ لیکن ٹھیک ہے۔ جس نے میرے گھر کا چراغ گل کیا ہے۔ اس کی زندگی کا چراغ بھی گل ہو جانا چاہیئے۔ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جانا چاہیئے “

"آپ فکر نہ کریں" کرنل پرویز نے کہا۔ "قانون اُسے ضرور واقعی سزا دے گا۔ آپ یہ بتایئے مقتول علی اشرف وزارت خارجہ میں ملازم تھا۔؟"

"جی ہاں ——"

"اس کی پوسٹ کیا تھی۔؟"

"ڈرافٹسمین تھا"

"اس کی کسی سے دشمنی تھی۔؟"

"نہیں جناب، وہ بہت ملنسار اور پُر خلوص انسان تھا"

"کوئی خاندانی تنازعہ؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

"جی نہیں، ہماری زندگی بڑے اطمینان اور سکون سے گذر رہی تھی۔ ہمارے خاندان میں کوئی جھگڑا کوئی تنازعہ نہیں تھا"

"مقتول کی سسرال والوں سے کیسے تعلقات تھے؟"

"بہت اچھے" سخاوت علی نے جواب دیا "بلکہ وہ کوئی علیحدہ خاندان نہیں ہے، میری بہو میرے بھائی کی بیٹی ہے"

"مقتول علی اشرف کے دوستوں کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں۔؟"

"اس کا ایک ہی دوست ہے مگر اس پر شک نہیں کیا جا سکتا"

"میں شک کی بات نہیں کر رہا ہوں" کرنل پرویز نے کہا "بہر حال وہ اس وقت کہاں ہے"

"اشفاق دوبئی میں ہے"

"کتنے عرصے سے؟"

"تقریباً ایک سال سے۔"

"یہ بتایئے؟" کرنل پرویز نے کہا۔ "مقتول گذشتہ چند روز سے فکرمند نظر آتا تھا۔"

"میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی، نہ اس نے مجھے اس سلسلے میں کچھ بتایا۔"

"دفتر میں اس کے معاملات کیسے تھے؟"

"بالکل ٹھیک تھے۔" سخاوت علی نے کہا۔ "وہ اپنے محکمے میں ہر دلعزیز تھا۔ افسران اس سے خوش تھے۔ میرے خیال میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جو قتل کا باعث بنتا۔"

"مقتول دفتر جانے کے لئے کب روانہ ہوتا تھا؟"

"صبح آٹھ بجے۔"

"واپسی کب ہوتی تھی؟"

"شام ساڑھے پانچ اور چھ بجے کے درمیان۔"

"گذشتہ چند روز سے ان معمولات میں کوئی فرق پیدا ہوا تھا۔" کرنل پرویز نے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ اگر اسے کہیں جانا ہوتا تھا تو پہلے گھر آتا تھا اس کے بعد لباس وغیرہ تبدیل کر کے جایا کرتا تھا۔"

"مقتول کے مشاغل کے بارے میں آپ کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"سوائے اس کے کوئی مشغلہ نہیں تھا کہ وہ ہفتے میں ایک بار فلم دیکھنے

ایا کرتا تھا اور ایسے موقعوں پر بیوی بچے اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ جہاں تک
ے یاد پڑتا ہے شادی کے بعد اس نے کبھی تنہا فلم نہیں دیکھی۔"

"اس کے کتنے بچے ہیں؟"

"ایک لڑکا، ایک لڑکی۔" سخاوت علی نے جواب دیا۔

"لڑکے کی عمر چار سال اور لڑکی کی دو سال ہے۔"

"شادی کو کتنا عرصہ گذرا؟"

"تقریباً پانچ سال۔"

"اس کی ازدواجی زندگی خوشگوار تھی؟"

"بے حد!" میں نے آج تک میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوتے نہیں
یھا۔"

کرنل پرویز سوچ میں ڈوب گئے۔ کچھ دیر بعد بولے۔

"دیکھئے جناب، میں نے اب تک جتنے سوالات کئے ہیں ان کے جوابات
قتل پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ جب کہ ہر قتل کے کچھ محرکات ہوتے ہیں کچھ
ہات ہوتی ہیں۔ بغیر سبب نہ کوئی قتل ہوتا ہے اور نہ کوئی کسی کو قتل کرتا
ہے دوسری بات یہ کہ کوئی اجنبی کسی اجنبی کو کبھی قتل نہیں کرتا۔ قتل کے کیسوں
قاتل اور مقتول کے درمیان شناسائی یا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے۔
پنے ذہن پر ذرا زور دے کر بتائیے کہ کوئی ایسا واقعہ جو قتل کا موجب بن
تا ہو۔ یا کوئی ایسا شخص جس پر آپ کو شبہ ہو۔"

"جی نہیں، دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ آخر میں کس پر شبہ

ظاہر کروں "

" ہوں۔ ۔ ۔ " کرنل پرویز سوچنے لگے "

" اچھا یہ بتایئے مقتول علی اشرف کسی کا قرضدار تھا ؟"

" شاید نہیں " سخاوت علی نے جواب دیا۔ " اُسے معقول تنخواہ

اس کے علاوہ چند دکانیں ہیں جن کا کرایہ آتا ہے۔ خاصی خوشحالی اور اطمینا

تھا۔ روپے پیسے کی کمی کبھی محسوس نہیں ہوئی جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا

بلکہ اچھے بُرے وقت کے لئے اس نے تھوڑی بہت رقم پس انداز میں کر رکھی

" آپ کے علم میں ایسی کوئی بات ہے کہ اس نے کسی کو قرض دے رکھ

" جی نہیں۔ یہ بات میں یقین سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ نہایت ؤ

تھا۔ بیوی بچوں والا ہونے کے باوجود میرے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں

کرنل پرویز کے چہرے پر الجھن کے آثار نمایاں ہوگئے۔

" دراصل انھوں نے اس نوعیت کے کافی سوالات کئے تھے جو ایک قت

کیس میں کئے جاتے ہیں۔ اور جن سے واردات کا کوئی نہ کوئی پہلو اُجاگر ہو ر

ہے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا۔ ابھی تک کوئی کڑی ہاتھ نہیں آئی کہ

وہ کچھ دیر سوچتے رہے ، پھر سخاوت علی سے بولے۔

" دیکھئے صاحب ! میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ مقتول علی اشرف آ

کا فرمانبردار تھا کوئی کام آپ کے مشورے کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ لیکن آپ اس

حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلق اور رشتہ

ہے اس کی نوعیت کچھ مختلف ہوتی ہے دونوں ایک دوسرے کے رازدار

راذوں کے امین ہوتے ہیں۔ چنانچہ شوہر کی بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن
علم صرف بیوی کو ہوتا ہے۔ لہٰذا اب میں مقتول کی بیوی سے چند سوالات کرنا
چاہتا ہوں۔ اگر خاتون پردہ کرتی ہوں تو میں دروازے کے باہر سے سوالات کرتا
رہوں گا۔ قاتل کی گرفتاری کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔" سخاوت علی نے کہا۔ "اور میری بہو پردہ
نہیں کرتی ہے۔ لیکن آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جواں سال شوہر کی موت
سے اس کا کیا حال کیا ہوگا، میرے خیال میں اس کی ذہنی کیفیت درست نہیں
کہ جو آپ کے سوالات کے جواب دے سکے۔"

"بہر حال آپ اس کا عندیہ معلوم کیجئے۔" کرنل پرویز نے کہا۔ "اگر وہ تیار
ہوئی اور اس کی ذہنی حالت ٹھیک ہوئی تو محض چند سوالات کرونگا۔ مجھے
اس کے غم کا احساس ہے میں جانتا ہوں ایک نوجوان عورت کے لئے اس
شوہر کی موت کتنا بڑا المیہ ہے۔"

سخاوت علی اندر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے تو ان کے ساتھ
بیس ستائیس برس کی ایک عورت بھی تھی۔ اس کا چہرہ حزن وملال میں
ڈوبا ہوا تھا بال بکھرے ہوئے تھے آنکھیں سوج گئی تھیں اور چہرہ آنسوؤں سے
تھا۔ غرض وہ رنج والم کی تصویر نظر آ رہی تھی۔ کرنل پرویز نے محسوس
کیا کہ وہ پڑھی لکھی ہے اور بڑے صبر واستقلال کی عورت ہے۔ اس کے ساتھ
ایک بچہ بھی تھا جو ابو ابو کہہ کر بری طرح چیخ رہا تھا۔ کرنل پرویز نے اسے
گود میں اٹھا لیا اور سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے چمکارنے لگے۔

"آپ پولیس انسپکٹر ہیں" عورت کرنل پرویز کو دیکھ کر برس پڑی
آپ لوگ حرام کی تنخواہیں لیتے ہیں۔ میرا شوہر قتل ہو گیا اور آپ ہاتھ پر
ہاتھ دھرے بیٹھے رہے"

کرنل پرویز نے اس کی بات کا بالکل برا نہیں منایا۔ انھوں نے اٹھ کر
عورت کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے۔

"مجھے تمہارے غم کا احساس ہے بیٹی، لیکن تم خود سوچو کہ پولیس ا
کے حال نہیں جانتی۔ اگر قبل از وقت یہ پتہ چل جائے کہ کون کس کو قتل کر
چاہتا ہے تو شاید دنیا میں قتل کی ایک بھی واردات نہ ہو"

عورت بلک بلک کر رونے لگی۔ فیصل زریں اور سدو بھائی بھی ہو
تھے اور اس صورتحال سے کافی متاثر نظر آرہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ اب
تک خاموش تھے۔ عورت کی آہ وزاری دیکھ کر سدو بھائی سے نہ رہا گیا۔ بڑے
جوش میں بولے۔

"باجی ہم قسم کھا کر کہتے ہیں اگر آپ کے شوہر کا قاتل ہمیں نظر آگیا تو غلیل
سے اس کا جسم چھلنی کر دیں گے"

یہ کہہ کر سدو بھائی نے بچے کو کرنل پرویز کی گود سے لے لیا اور اسے
پیار کرنے لگے پھر جیب سے ایک ٹافی نکال کر اس کے منہ میں رکھ دی۔ بچہ
خاموش ہو گیا۔

"خاتون!" کرنل پرویز عورت سے کہنے لگے "اگر آپ میری مدد کریں
تو آپ کے شوہر کے قاتل کو جلد گرفتار کیا جا سکتا ہے"

"آپ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہیں ؟"

"میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں ۔"

"کس سلسلے میں ــــــــ ؟"

"مقتول علی اشرف کے بارے میں ۔" کرنل پرویز نے کہا۔

"آپ ان کی بیوی ہیں، سب سے زیادہ قریب رہی ہیں۔ آپ ایسے بہت سے رازوں سے واقف ہونگی جن کا کسی دوسرے کو علم نہ ہوگا ۔"

"میرا شوہر کھلی کتاب کی مانند تھا ۔" وہ کہنے لگی ۔ "اس کی زندگی میں کوئی راز اور کوئی پیچیدگی نہیں تھی ۔ آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔"

"میرا یہ مقصد نہیں ہے ۔" کرنل پرویز نے کہا ۔ "دراصل کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کا ذکر ایک شوہر صرف اپنی بیوی سے کرتا ہے ۔ یا بیوی اس کی کیفیات سے بہت کچھ اندازہ لگا لیتی ہے ۔ چنانچہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ گذشتہ چند روز کے دوران آپ نے انھیں پریشانی کی حالت میں دیکھا تھا ؟"

"جی نہیں ــــــ"

"انھوں نے آپ سے کسی خاص واقعہ کا ذکر کیا تھا ؟"

"نہیں ــــــ"

"کسی دوست احباب یا رشتہ دار کا تذکرہ یا تنازعہ ؟"

"وہ بھی نہیں ــــــ"

"دفتر کی کوئی بات ؟"

"جی نہیں ــــــ"

اسی وقت ہاسپٹل سے لاش آگئی اور ایک مرتبہ پھر گھر میں کہرام مچ گیا۔ ان حالات میں کرنل پرویز کوئی کارروائی نہیں کر سکتے تھے یوں بھی ان کے ذہن میں اب ایسا کوئی سوال نہیں تھا جو وضاحت طلب ہوتا یا اس سے قاتل کی تلاش میں کوئی مدد ملتی۔ چنانچہ کچھ دیر مزید وہاں ٹھہر کر اور لواحقین کو تسلی دلاسا دے کر روانہ ہو گئے۔

"ڈیڈی یہ کیس بہت پیچیدہ معلوم ہوتا ہے" فیصل بولا۔

"جی نہیں" زرین نے فوراً کہا "اگر قتل کی وجہ معلوم ہو جائے تو کوئی پیچیدگی نہیں رہتی"

"اور اگر قاتل ہاتھ لگ جائے تو بالکل ہی پیچیدگی نہیں رہتی" سدو بھائی بھی بولے۔

"ڈیڈی مجھے اس عورت پر بہت ترس آ رہا تھا" زرین نے کہا "بے چاری کس طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی"

"بس رہنے دیجئے" سدو بھائی ہاتھ اٹھا کر بولے "بیکار کی ہمدردی مت جتائیے۔ آپ سے تو اتنا بھی نہیں ہوا کہ ہمدردی کے دو بول کہہ دیتیں۔ ہمیں دیکھئے اس کے بچے کو پیار بھی کیا اور ٹافی بھی کھلائی"

"اس وقت ٹافی آپ کی جیب میں کہاں سے آگئی؟" فیصل نے کہا۔

"آپ ٹافی کی بات کر رہے ہیں ہماری جیب میں تو صافی کی شیشی بھی ہر وقت موجود رہتی ہے"

"وہ کس لئے ــــــ؟" زرین نے پوچھا۔

"وہ اس لئے کہ جب بھی آپ دولوں کے دماغ کو گرمی چڑھے فوراً ایک ایک چمچ آپ کے حلق میں انڈیل دیں۔"

"آپ کو کتنے چمچ کی ضرورت ہوگی۔" فیصل نے کہا۔

"یہ پوری شیشی انڈیل لیں گے۔" زریں ہنس کر بولی۔

کار اس وقت ایک ویران سی سڑک سے گذر رہی تھی جہاں ٹریفک برائے نام تھا۔ دفعتاً کرنل پرویز نے بریک لگایا اور کار یکدم رک گئی۔

ایک آدمی سڑک کے عین بیچوں بیچ پڑا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ڈیڈی — ؟" فیصل نے پچھلی نشست سے پوچھا۔

"ایک آدمی سڑک پر پڑا ہوا ہے۔" کرنل پرویز نے جواب دیا۔ "شاید کوئی کار یا ٹرک وغیرہ اسے کچلتا ہوا نکل گیا ہے۔"

یہ کہہ کر کرنل پرویز نے انجن بند کیا اور کار سے باہر آ گئے۔ فیصل زریں اور سدو بھائی بھی نکل آئے۔ وہ آدمی ابھی تک سڑک پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ اس کے قریب چلے گئے۔ فیصل بولا۔ "ڈیڈی ٹرک وغیرہ کے پہیوں کے نشانات تو کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"خون وغیرہ بھی نہیں ہے۔" زریں نے کہا۔

"آج کا دن لاشوں کا دن ہے۔" سدو بھائی بولے۔ "ایک سے ابھی فرصت نہیں ملی ہے کہ دوسری گلے پڑ گئی۔"

"آپ کیوں اچھے خاصے آدمی کو لاش بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔" فیصل نے کہا۔ "میرے خیال میں زندہ ہے۔ مرگی یا دل کا دورہ پڑنے سے بے ہوش

ہو کر سڑک پر گر گیا ہے۔ ایکسیڈنٹ کا کیس نہیں معلوم ہوتا۔"

کرنل پرویز اُسے جھک کر دیکھنے لگے۔ بلاشبہ وہ زندہ تھا سانس تواتر کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ بے ترتیبی سے اوندھا پڑا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ جسم کے نیچے تھا اور دوسرا سڑک پر پھیلا ہوا تھا۔

کرنل پرویز نے اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی، اور اسی لمحے وہ شخص بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جو نیچے دبا ہوا تھا اس نے پھرتی سے ریوالور کرنل پرویز کے سینے پر رکھ دیا اور تیز لہجے میں بولا۔

"خبردار، اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔"

اصلی کاروبار

آلاتِ موسیقی کی دکان میں مختلف سائز کے ریوالور پستول اور بندوقیں بھی سجی ہوئی تھیں۔ ایک صاحب گٹار خریدنے دکان میں داخل ہوئے تو دیر تک اسلحہ کو دیکھتے رہے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو دکاندار کے پاس پہنچ کر بڑے ادب سے پوچھا۔

"جناب! آلاتِ موسیقی کی دکان پر اسلحہ کی موجودگی میری سمجھ سے باہر ہے۔ اس پر ذرا روشنی ڈالیں؟"

"میرا اصل کاروبار تو یہی ہے۔ . . . ." دکاندار نے مسکرا کر کہا۔ "جب بھی کوئی نوجوان گٹار خرید کر لے جاتا ہے تو دوسرے دن ہی اس کے ملنے والے بندوقیں، ریوالور اور پستول وغیرہ خریدنے آجاتے ہیں۔"

مرسلہ: محمد ایوب منظور شکیلہ ایوب منظور لاہور

دلچسپ مقابلہ

صورت حال ایسی تھی کہ ایک لمحے کے لئے کرنل پرویز حیرت زدہ رہ گئے۔ انھوں نے اُسے زخمی سمجھ کر مدد کرنے کی غرض سے کار روکی تھی اور وہ شخص ان کے سینے پر ریوالور رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کرنل پرویز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انھوں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کون ہو تم ———؟"

"دشمن"

"لیکن میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے" کرنل پرویز نے کہا "میں نے تمہیں زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے"

"ہر آدمی اپنی موت کو پہلی بار ہی دیکھتا ہے" وہ سفاک لہجے میں بولا "آج تک کسی آدمی کو دو مرتبہ موت نہیں آئی"

"تم چاہتے کیا ہو ——؟" کرنل پرویز نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ بات تو ہمارا باس ہی بتا سکے گا۔"

"کون ہے تمہارا باس۔؟"

"مجھے خود معلوم نہیں۔" وہ لاپرواہی سے کہنے لگا۔ "تمہیں اغوا کر کے اس کے ٹھکانے پر پہنچانے کے ہمیں دس ہزار روپے ملے ہیں۔"

"کس کے ٹھکانے پر ——؟"

"بکواس مت کرو۔" وہ غرایا۔ "مجھے بچہ سمجھتے ہو۔ ایک بات اور بھی سمجھ لو۔ اگر تم نے چالاکی دکھائی یا فرار ہونے کی کوشش کی تو مجھے حکم ہے کہ تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے۔"

یہ کہہ کر وہ فیصل زریں اور سدو بھائی سے مخاطب ہوا۔

"تم لوگ اسی جگہ کھڑے رہو۔ اگر حرکت کی تو تینوں کو شوٹ کر دوں گا۔" انھیں دھمکی دینے کے بعد اس نے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں منہ میں داخل کیں اور زور سے سیٹی بجائی۔ چند لمحوں بعد ہی ایک جیپ جھاڑیوں سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ اس میں ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک ہی آدمی تھا۔ انجن کو چلتا ہوا چھوڑ کر وہ اپنے ساتھی کے قریب آ گیا اور فاتحانہ انداز میں بولا۔

"بہت خوب! ہماری اسکیم سو فیصد کامیاب رہی۔ اور ہاں ان بچوں کا کیا ہو گا۔؟"

"انھیں دفع کرو۔" پہلا آدمی بولا۔ "ہمیں صرف کرنل پرویز کو لانے کا حکم دیا گیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ آدمی تیزی سے کرنل پرویز کے پیچھے چلا گیا اور پشت پر ریوالور کی نال رکھ کر بولا۔

"چلو، بیٹھو گاڑی میں"

موجودہ حالات میں کرنل پرویز کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ ان لوگوں کی ہدایت پر عمل کریں۔ چنانچہ وہ ریوالور کی زد پر گاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔ ڈرائیور اپنی سیٹ پر پہنچ گیا اور ریوالور والا آدمی کرنل پرویز کو لے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ریوالور کی نال اس نے اب کرنل پرویز کی کنپٹی سے لگا رکھی تھی۔ انجن پہلے ہی اسٹارٹ تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے گیئر کو حرکت دی پھر ایکسیلیٹر پر پیر کا ہلکا سا دباؤ ڈال دیا اور کار آہستہ سے آگے بڑھ گئی۔

اور پھر ایسا ہوا کہ دوسرے ہی لمحے ڈرائیور نے چیخ مار کر اسیرنگ چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"کیا ہوا——؟" پیچھے والے آدمی نے پوچھا۔

ڈرائیور کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ اچانک پھر اس کے منہ سے سسکاری نکل گئی اور اس نے دوبارہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"کیا مذاق ہے" پیچھے والے نے سخت لہجے میں کہا "عورتوں کی طرح سسکاریاں بھر رہے ہو۔ گاڑی کیوں نہیں چلاتے"

دوسری جانب فیصل زریں اور سدو بھائی ایک ٹیلے کی آڑ میں کھڑے تھے اور زریں پُرجوش انداز میں کہہ رہی تھی۔

"شاباش سدو بھائی ـــــ ایک اور!"

سدو بھائی اس وقت بڑے جوش میں تھے انھوں نے پھر ربڑیں کھینچیں اور غلیلہ چھوڑ دیا۔ اس مرتبہ غلہ" ڈرائیور کی پیشانی پر لگا کیونکہ وہ سر پکڑے ہوئے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس بار اس کے منہ سے ہائے کی آواز نکلی تھی اور وہ بری طرح سر کو جھٹکے دے رہا تھا۔

کرنل پرویز کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا شخص اس صورتحال سے پریشان ہو کر باہر نکل آیا تاہم اس نے ریوالور کی نال کرنل پرویز کی جانب کر رکھی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ کے قریب پہنچ کر اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے۔ تم گاڑی کیوں نہیں چلاتے۔ یا تم پر کسی قسم کا دورہ پڑتا ہے۔"

"لو لو.... تمہیں کیا معلوم۔" وہ سر مسلتا ہوا بولا۔

"آخر معاملہ کیا ہے، کیا بچھو ڈینگ رہے ہیں سیٹ پر جو بار بار اچھل پڑتے ہو، شاید تم...."

ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ بھی چیخ مار کر اچھل پڑا۔ اور اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اس مرتبہ سدو بھائی نے دوسرے آدمی کو نشانہ بنایا تھا۔ اور ابھی وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ سدو بھائی نے اس کی کنپٹی پر ایک غلیلہ اور جڑ دیا۔

اس کے منہ سے پھر ہائے کی آواز نکل گئی۔ سر سہلاتا ہوا وہ مشکوک نظروں سے ٹیلے کی طرف دیکھنے لگا جس کے عقب سے سدو بھائی غلیل سے فائرنگ

کر رہے تھے۔ ریوالور والے کو غلیل کا علم نہیں تھا تاہم اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ کارروائی ٹیلے کے پیچھے سے ہو رہی ہے۔ وہ للکارتا ہوا آگے بڑھا۔ لیکن چند قدم چلنے کے بعد ہی ایک غلیلہ اس کی ناک پر لگا اور وہ بھنا کر رہ گیا۔ غصّے میں بلا سوچے سمجھے اس نے لگاتار تین فائر کر دیئے۔ مگر فیصل زرین اور سدو بھائی ٹیلے کے عقب میں محفوظ تھے۔

اس مرتبہ سدو بھائی نے نشانہ تبدیل کر دیا۔ ان کا غلیلہ ریوالور والے کے ہاتھ پر لگا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا۔ وہ بڑی تکلیف کے عالم میں ہاتھ کو جھٹکنے لگا۔ اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی تھی اس نے غصے کے عالم میں بقیہ تین راؤنڈ بھی ٹیلے پر فائر کر دیئے۔ ریوالور خالی ہو چکا تھا۔

سدو بھائی نے پھر ڈرائیور کا نشانہ لیا۔ اس مرتبہ غلیلہ اس کی آنکھ کے قریب لگا اور وہ بلبلا اٹھا۔ اس آفت ناگہانی سے بچنے کے لئے اپنے ساتھی کا خیال کئے بغیر اس نے بدحواسی میں گاڑی چلا دی۔

ریوالور والے نے گاڑی کو جاتے دیکھا تو چیختا ہوا اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

"ٹھہرو۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ کہاں جا رہے ہو"

سدو بھائی نے پیچھے سے ایک غلیلہ مارا جو اس کے سر کے پچھلے حصے میں لگا اور وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔

"جلدی چلو" فیصل نے کہا۔ اس کا ریوالور خالی ہو گیا ہے۔ اگر اس

نے دوبارہ گولیاں بھر لیں تو مشکل ہو جائے گی ۔"

"ہمارے خیال میں اس کے پاس فالتو گولیاں ہی نہیں ہیں ۔" سدو بھائی قہقہہ لگا کر بولے ۔

"مگر وہ آدمی ڈیڈی کو اغوا کر کے لے گیا ہے ۔" زریں فکر مند لہجے میں بولی ۔

"اب خالو جان موم کے بنے ہوئے بھی نہیں ہیں جو آپ اتنی فکر کر رہی ہیں ۔ سدو بھائی بولے ۔" ایک آدمی پر وہ پلک جھپکنے میں قابو پا لیں گے ، بلکہ ہمارا خیال ہے وہ جان بوجھ کر کار میں بیٹھے رہے تھے شاید ان لوگوں کا ٹھکانہ دیکھنا چاہتے ہیں ۔"

"جی نہیں !" زریں نے کہا ۔ "ڈیڈی ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتے ۔ بلکہ میرا خیال ہے دوسرے آدمی کے پاس بھی ریوالور رہا ہو گا ۔"

" اس آدمی کے پاس اگر توپ بھی ہو گی تو خالو جان چھین لیں گے ۔" سدو بھائی بولے ۔" ہمیں ان کی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے ۔"

فیصل یہ جملہ سن کر مسکرا دیا ۔ پھر بولا ۔" سدو بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں ۔ ڈیڈی کے مقابلے میں وہ آدمی ایک بزدل خرگوش سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ۔ ہمیں اب اس آدمی پر قابو پانا چاہیئے ۔"

" اس کی کیا حقیقت ہے ہماری غلیل کے سامنے ۔" سدو بھائی سینے پر ہاتھ مار کر بولے ۔" آپ نے دیکھا ہم نے ریوالور کا رُخ پھیر دیا ۔"

" بیشک !" فیصل نے کہا ۔" مگر یہ باتوں کا وقت نہیں ہے میرے خیال میں اس پر ہلہ بول دینا چاہیئے ۔"

" دیکھو دیکھو۔۔۔۔۔ وہ کار کی طرف بڑھ رہا ہے " زریں جلدی سے بولی " میرے خیال میں چابی اگنیشن میں لگی ہے وہ فرار ہو سکتا ہے۔ ان حالات میں سب سے پہلے کار پر قبضہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس کی فرار کی راہیں مسدود ہو جائیں "

" بالکل ٹھیک !" فیصل نے کہا " اگر وہ بھاگ کر دور بھی چلا گیا تو مجھے اتنی ڈرائیونگ ضرور آتی ہے کہ اسے پکڑ لوں "

" جلدی چلو !" زریں بولی " وہ کار کی طرف بڑھ رہا ہے "

تینوں ٹیلے کے پیچھے سے نکل کر کار کی طرف دوڑ پڑے۔ ریوالور والے کا رخ بھی کار کی جانب تھا بلکہ کار سے اس کا فاصلہ ان لوگوں کے مقابلے میں نسبتاً کم تھا " زریں چیخ کر بولی۔

" اور تیز دوڑو۔ وہ ہم سے پہلے کار تک پہنچ سکتا ہے "

زریں کی بات درست نکلی۔ تقریباً دس پندرہ قدم کے فرق سے وہ پہلے کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ فیصل زریں اور سدو بھائی بھاگتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ اس آدمی نے خطرے کے پیش نظر پوری قوت سے خالی ریوالور ان کی طرف کھینچ مارا، اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔

ریوالور فیصل کے سر پر بہت زور سے لگا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا۔ دوسری جانب اس آدمی نے گاڑی اسٹارٹ کر لی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ گیئر میں ڈال کر ایکسلیٹر پر پیر رکھتا، سدو بھائی کی غلیل چل گئی۔

غلیلہ ٹھیک نشانے پر لگا اور چونکہ سدو بھائی نے بہت قریب سے غلیل چلائی تھی اس لئے ضرب شدید تھی اس کا سر چکرا کر رہ گیا تھا۔ سدو بھائی نے فوراً ہی دوسرا غلیلہ چھوڑ دیا جو اس کے نرخرے پر لگا۔ اتنی دیر میں فیصل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ تینوں کار کی طرف دوڑ پڑے۔ اس آدمی نے تیزی سے گیئر لگانے کی کوشش کی مگر اس سے پہلے ہی فیصل زرین اور سدو بھائی نے اُسے باہر کھینچ لیا۔ زرین نے اس کی گردن پر کراٹے کے دو ہاتھ لگائے۔ فیصل نے کمر پر لاتیں مارنا شروع کر دیں۔ سدو بھائی اس فکر میں تھے کہ وہ کس طرح اپنا حق ادا کریں۔ آخر انھیں ایک ترکیب سوجھی۔ زمین سے گرم گرم ریت اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھونک دی۔

وہ شخص بلبلا کر آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور ایک جانب بھاگ نکلا۔ فیصل بھی تیزی سے آگے بڑھا اور ٹانگ کا اڑنگا لگا کر اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ سدو بھائی کو موقع چاہیئے تھا وہ فوراً اس پر سوار ہو گئے اور زور زور سے اچھلنے لگے جیسے اسفنج کے گدیلے پر کود پھاند کر رہے ہوں۔

وہ شخص اب کافی مجروح ہو چکا تھا اور بری طرح چیخ رہا تھا اور سدو بھائی قہقہے لگا رہے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔

"ہمارے ہاتھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے بچو! ہمارا نام سعید احمد عُرف سپرمین ہے۔ ہم آدمی کی چٹنی بنا کر کنکھجورے کو کھلا دیا کرتے ہیں۔"

وہ آدمی اوندھا پڑا کراہ رہا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس نے کروٹ لی تو سدو بھائی دھم سے نیچے گر گئے۔ انھیں اور غصہ آگیا۔ لپک کر اس کی ٹانگ

پکڑلی اور دوسری ٹانگ کی طرف اشارہ کرکے فیصل سے کہنے لگے ۔

" پکڑو۔۔۔ پکڑو۔۔۔ پکڑو !"

فیصل نے بھی دوسری ٹانگ پکڑلی اور دونوں اسے ریت پر گھسیٹنے لگے ۔ وہ شخص پوری قوت سے چیخ رہا تھا۔ اگرچہ وہ چھٹا ہوا بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔ لڑائی کے گر جانتا تھا مگر تین شیطانوں کے مقابلے میں اس کی ساری بدمعاشی دھری رہ گئی تھی ۔

اچانک اس نے زور سے جھٹکا دے کر اپنی ٹانگیں چھڑالیں اور ایک مرتبہ پھر گرتا پڑتا بھاگ کھڑا ہوا۔ سدو بھائی پر اس وقت جنون سوار تھا وہ اُسے کہاں نکل کر جانے دیتے ۔ انھوں نے پھر غلیل سنبھالی اور پوری قوت سے غلیلہ چھوڑ دیا۔

یہ غلیلہ بھی اس کی کھوپڑی پر لگا تھا اور وہ ہائے کہہ کر فوراً نیچے بیٹھ گیا تھا۔ فیصل زریں اور سدو بھائی نے اسے پھر جالیا۔ فیصل نے جاتے ہی اس کی کمر پر لات لگائی۔ وہ شخص پہلے ہی نیم مردہ ہو چکا تھا۔ کمر پر لات پڑتے ہی آگے کی جانب اوندھ گیا۔ سدو بھائی چیخے ۔

" شاباش ـــــ ایک اور !"

فیصل نے ایک اور لات جمادی۔

" ذرا زور سے !" سدو بھائی پھر چہکے ۔

فیصل نے واقعی اس مرتبہ اتنے زور سے لات ماری کہ وہ بری طرح کراہنے اور تڑپنے لگا ۔

سدو بھائی کو ایک اور ترکیب سوجھی۔ انھوں نے غلیل کی ربڑیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے بل دینا شروع کر دیئے۔ جوں جوں ربڑیں ٹائٹ ہو رہی تھیں اس کی گردن کی رگیں پھولتی جا رہی تھیں۔ آنکھیں پھٹ گئی تھیں اور حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگی تھیں۔

زریں چیخ کر بولی۔

"سدو بھائی بس کیجئے۔ یہ مر جائے گا"

"آپ بیچ میں مت بولئے" سدو بھائی پورے جلاد بنے ہوئے تھے "اس وقت ہم پر موت سوار ہے"

"موت نہیں ــــ خون سوار ہونا کہتے ہیں" فیصل بولا۔

"جی نہیں، خون بھی کسی پر سوار ہو سکتا ہے۔ موت سوار ہوتی ہے۔ سب مثالیں غلط ہیں ہمیں انھیں بھی ٹھیک کرنا پڑے گا"

"غلیل سے ؟" زریں ہنس کر بولی۔

سدو بھائی کچھ کہنے ہی والے تھے کہ سامنے سے ایک جیپ آتی ہوئی دکھائی دی۔ فیصل بولا "شاید وہی جیپ ہے"

"باپ رے باپ !" سدو بھائی غلیل نکال کر ایک جانب ہٹ گئے۔

"شاید اس مرتبہ وہ بہت سے آدمیوں کو لے کر آیا ہو گا۔ اب خیر نہیں"

فیصل اور زریں کے چہرے پر بھی فکر مندی کے آثار تھے۔

جیپ لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتی جا رہی تھی۔

انگوٹھی والا ہاتھ

جیسے جیسے جیپ قریب آتی جا رہی تھی تینوں کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ زریں بولی۔

"جلدی سے ٹیلے کے پیچھے چھپ جاؤ۔ اور سدو بھائی آپ اپنی غلیل تیار رکھیں۔"

"ہمارے پاس غلیلے ہی ختم ہو گئے۔" سدو بھائی مایوسی سے بولے۔

"تب کیا ہوا۔ فیصل بولا۔" چھوٹے چھوٹے کنکر پتھر غلیل میں رکھ کر چلانا۔"

"کنکروں پتھروں سے کسی پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔" سدو بھائی نے جواب دیا۔" وہ تو شیشے کی گولیاں ہی ہوتی ہیں جو آدمی کو مرغ بسم اللہ بنا دیتی ہیں۔"

"پھر غلط ——— مرغ بسمل!" زریں نے کہا۔

"بھاڑ میں جائے" سدو بھائی جھلا کر بولے "جیپ میں موت چلی آرہی ہے اور آپ ہمیں صحیح اور غلط کا فرق سمجھا رہی ہیں"

"جلدی سے ٹیلے کے پیچھے آجاؤ!" فیصل اس طرف بڑھتا ہوا بولا۔

سب لوگ جلدی سے ٹیلے کے عقب میں چلے گئے۔ کچھ دیر بعد جیپ قریب آکر رک گئی اور اسی لمحے تینوں کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ جیپ وہی تھی مگر ڈرائیونگ سیٹ پر اس بدمعاش کی جگہ کرنل پرویز تھے۔ وہ تینوں دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے۔

کرنل پرویز کی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ چہرے پر خراشیں تھیں بال الجھے ہوئے اور لباس بھی گرد آلود تھا۔ پچھلی سیٹ پر وہ بدمعاش بھی رسی سے بندھا ہوا پڑا تھا۔ اور غالباً نیم بے ہوش تھا۔

"خالو جان شاید آپ کا بھی مقابلہ ہوا ہے؟" سدو بھائی ان کی حالت دیکھ کر بولے۔

"زبردست مقابلہ کہو" کرنل پرویز نے کہا "بہت سخت جان نکلا بڑی مشکل سے قابو میں آیا ہے۔ وہ دوسرا آدمی کہاں گیا۔؟"

"اس کا حشر ہم نے خراب کر دیا" سدو بھائی سینہ تان کر بولے "غلیل کے ایسے ہاتھ دکھائے ہیں کہ ماہئی بے تاب کی مانند تڑپ رہا تھا"

"ماہئی بے آب!" فیصل نے تصحیح کی۔

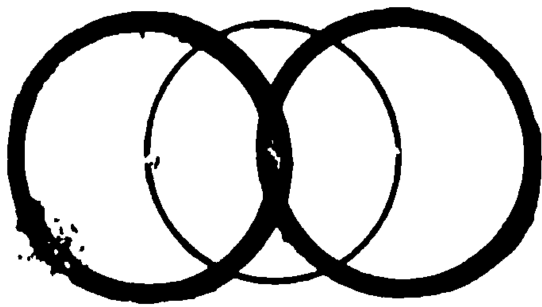
"اجی بس رہنے دیجئے آب اور تاب کو!" سدو بھائی ہاتھ اٹھا کر بولے "اگر ہم موجود نہیں ہوتے تو آج آپ کا بیڑا ہو گیا ہوتا"

"ڈیڈی یہ بات تو ہے" زریں بولی "سدو بھائی نے واقعی کمال کر دیا۔ ورنہ ہمارے لئے خاصی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ ہم نہتے تھے اور اس کے پاس ریوالور تھا مگر سدو بھائی کی غلیل نے اس کے ریوالور کو ناکارہ کر دیا۔"

"ویری گڈ!" کرنل پرویز جیپ سے اترتے ہوئے بولے "کہاں ہے وہ۔"

"وہ رہا ہر دود!" سدو بھائی نے اشارہ کیا۔ "ہم نے اُسے چلنے پھرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا ہے۔ بندوق بھی وہ کام نہیں کرتی جو ہماری غلیل نے کیا ہے۔"

کرنل پرویز مسکراتے ہوئے اس شخص کے قریب چلے گئے جسے ان تینوں شیطانوں نے نیم جان کر دیا تھا۔ پھر انھوں نے اس کے بھی ہاتھ پیر باندھ کر جیپ میں ڈال دیا۔ بعد ازاں کار کی ڈکی سے موٹی سی زنجیر نکالی اور جیپ کو کار کے پچھلے حصّے سے باندھ کر روانہ ہو گئے۔



پولیس ھیڈ آفس میں خان آفریدی، کرنل پرویز، سارجنٹ لاشاری اور ان کے علاوہ فیصل زریں سدو بھائی غرض سب ہی موجود تھے۔ وہ دونوں مجرم بھی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے کھڑے تھے۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ دونوں شہر کے مشہور بدمعاش ہیں۔ کئی مرتبہ کے سزا یافتہ ہیں مختلف علاقوں سے غنڈہ ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ مار پیٹ، دھونس دھمکی اور معاوضے پر اغواء اور قتل وغیرہ ان کا پیشہ ہے، ان میں سے ایک کا نام

لالو اور دوسرے کا نام بشیرا تھا۔
خان آفریدی اور کرنل پرویز وغیرہ کے پہنچنے سے پہلے لاشاری ان کی خوب مرمت کر چکا تھا ایک کا منہ سوجا ہوا تھا اور دوسرے کے ہونٹوں سے خون رس رہا تھا مگر اس قدر مار کھانے کے باوجود انھوں نے کوئی کام کی بات نہیں بتائی تھی۔ لاشاری کے ہاتھ میں اس وقت بھی چمڑے کا ہنٹر تھا اور وہ ان کی کھال ادھیڑنے کے لئے تیار تھا۔
"نہیں نہیں!" کرنل پرویز نے لاشاری کو ایک جانب کر دیا۔ "ہر کام میں مار پیٹ اچھی نہیں ہوتی۔ یہ بدمعاش ضرور ہیں مگر شریف لوگ ہیں، سب کچھ بتا دیں گے۔"
"نہیں بتائیں گے تو ہم کس لئے ہیں ہماری غلیل کس لئے ہے۔" سدو بھائی چہک کر بولے۔ "ایک غلے میں ایک راز اگلوا لیں گے۔"
"ابھی نہیں" کرنل پرویز نے کہا۔ "ذرا میں ان لوگوں سے بات کر لوں۔"
یہ کہہ کر کرنل پرویز دونوں مجرموں کے قریب چلے گئے۔ "سنو دوستو! تم دونوں کافی تجربہ کار معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ پولیس کو زبان کھلوانے کے بڑے گُر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ گونگے مجرم بھی بولنے لگتے ہیں۔ غلیل اور ہنٹر کا مزا تم چکھ چکے ہو۔ پہلے ہی کافی مار پڑ چکی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر مزید سختی کی جائے۔ لہٰذا شرافت سے ہمارے ہر سوال کا صحیح جواب دو۔"
کرنل پرویز خاموش ہوئے تو خان آفریدی دونوں مجرموں کی طرف بڑھے۔

"یہ بتاؤ تم کرنل صاحب کو کیوں اغواء کرنا چاہتے تھے"

"ہمیں کچھ معلوم نہیں صاحب!" ان میں سے ایک بولا۔

"بکواس!" لاشاری نے کہا "کیا یہ غلط ہے کہ تم نے کرنل صاحب کو اغواء نہیں کیا۔

"درست ہے صاحب!" دوسرا بولا۔

"اگر درست ہے تو تم کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔؟" خان آفریدی نے کہا۔

"ہمارا کوئی مقصد نہیں تھا" لالو نے جواب دیا۔

"پھر بکواس!" لاشاری ہنٹر لہرا کر بولا "اگر کوئی مقصد نہیں تھا تو تم نے اغوا کی کوشش کیوں کی ؟"

"کیا تمہیں کسی نے اس کام پر آمادہ کیا تھا" کرنل پرویز نے پوچھا "میرے اغواء کا معاوضہ دیا تھا"

"جی ہاں ـــــ" بشیر بولا

"کون تھے وہ لوگ ؟

"یہ نہیں معلوم"

"دیکھو سوچ سمجھ کر جواب دو" کرنل پرویز نے کہا "تم یہ بھی کہہ رہے ہو کہ میرے اغوا کا تمہیں معاوضہ دیا گیا تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہو کہ ان لوگوں کو نہیں جانتے۔ آخر کسی نہ کسی نے تو تم سے رابطہ قائم کیا ہوگا ؟"۔

"جی ہاں"

"شاباش ـــــ کون تھے وہ لوگ ؟"

"وہ دو آدمی تھے" لالو کہنے لگا "مگر ہم ان کی شکل نہیں دیکھ سکے تھے کیونکہ انھوں نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا"

"تفصیل سے بیان کرو" خان آفریدی نے کہا۔

"اس رات بارہ بجے کے قریب دو آدمی ہم سے ملنے کے لئے آئے۔ ان میں سے ایک دبلا پتلا اور لمبے قد کا تھا۔ جب کہ دوسرا درمیانے قد کا موٹا سا آدمی تھا۔ تمام گفتگو لمبے آدمی نے کی تھی۔ موٹا بالکل خاموش رہا تھا" بشیرا نے بتایا۔

"یہ بکو انھوں نے کیا گفتگو کی تھی" لاٹاری آنکھیں نکال کر بولا۔

"لمبے آدمی نے کہا تھا، ہم نے تمہاری بڑی تعریف سنی ہے۔ تم سے ایک کام کرانا چاہتے ہیں" بشیرا نے دوبارہ کہا "میں نے پوچھا کیا کام ؟" اس نے کہا ایک آدمی کو اغوا کرانا ہے۔ میں نے پوچھا کون آدمی ؟ تو اس نے کرنل پرویز کا نام لیا۔ میں نے انکار کر دیا کہ ہم پولیس اور ملٹری کے لوگوں کو اغواء کرنے کا دھندہ نہیں کرتے۔ اس نے کہا تمہیں یہ کام کرنا ہوگا۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم کسی کو اغواء کرنے کے دس ہزار روپے لیتے ہو۔ لیکن ہم تمہیں اس کام کا معاوضہ بیس ہزار بلکہ پچیس ہزار دیں گے"

"پھر ـــــ ؟" خان آفریدی نے پوچھا۔

"ہم نے تیس ہزار کا مطالبہ کیا تھا جسے انھوں نے فوراً منظور کر لیا اور تمام رقم اسی وقت ادا کر دی"

" تمہیں یہ بھی بتایا گیا ہوگا کہ کرنل صاحب کو اغوا کرنے کے بعد کہاں پہنچایا جائے ؟" لاشاری نے سوال کیا۔

" جی ہاں " لالو بولا " انھوں نے کہا شہر کے باہر کالی کے مندر کے قریب سرخ رنگ کی ایک کار کھڑی ہوگی۔ اس میں جو بھی موجود ہو کرنل پرویز کو اسی کے حوالے کر دینا "

" اس میں کوئی بات جھوٹ تو نہیں ہے ؟" کرنل پرویز نے سخت لہجے میں کہا۔

" بالکل نہیں جناب !"

" ہوں ۔۔۔ " کرنل پرویز سوچنے لگے۔ پھر لاشاری سے بولے " تم ایسا کرو کہ چند سپاہیوں کو ساتھ لے جا کر اس جگہ کا جائزہ لو، اور اگر سرخ کار وہاں موجود ہو تو ان لوگوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کرو "

" لاشاری سلوٹ کر کے فوراً باہر نکل گیا۔ کرنل پرویز پھر مجرموں سے مخاطب ہوئے " یہ بتاؤ ان لوگوں کے لہجے سے تم نے کیا اندازہ لگایا۔ آیا وہ مقامی لوگ تھے یا غیر ملکی معلوم ہوتے تھے "

" وہ لوگ اردو تو صاف بول رہے تھے " بشیرا نے کہا " مگر میرے خیال میں غیر ملکی تھے "

" اور تم لالچ میں اندھے ہو کر ایک غیر ملکی کے کہنے سے اپنے ملک کے ایک اعلیٰ افسر کو اغوا کرنے پر تیار ہو گئے " خان آفریدی نے غصے میں بشیرا کے منہ پر زور دار تھپڑ جڑ دیا "

"تمہیں اس بات کا اندازہ کیسے ہوا کہ وہ غیر ملکی تھے؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

"وہ گفتگو کرتے وقت اٹک جایا کرتے تھے۔" لالو نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ کبھی کبھار وہ دونوں آپس میں عجیب زبان میں گفتگو کرنے لگتے تھے۔"

"انگریزی میں ——؟" خان آفریدی نے کہا۔

"جی نہیں۔ انگریزی کا تو صاف پتہ چل جاتا ہے۔ وہ تو کوئی اجنبی زبان تھی۔"

"اجنبی زبان!" کرنل پرویز پُرخیال انداز میں بولے۔ پھر بشرا سے کہا۔ "تمہارے بیان کے مطابق ان کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ مگر تم نے ان کے ہاتھ ضرور دیکھے ہوں گے ان کی رنگت کیسی تھی۔؟"

"ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے تھے جناب!"

"تیس ہزار کی وہ رقم کہاں ہے جو تمہیں معاوضے کے طور پر ملی تھی؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

"ہمارے ڈیرے پر ہے جناب! اس میں سے پانچ ہزار خرچ ہو گئے ہیں۔"

"ان لوگوں نے تم سے دوبارہ رابطہ قائم نہیں کیا تھا؟" خان آفریدی نے سوال کیا۔

"جی نہیں۔"

سدو بھائی کی اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ ان کی آنکھیں چمک رہی

تھیں اور وہ بہت غور سے لالو بدمعاش کے دائیں ہاتھ کی طرف دیکھ رہے تھے پھر وہ تیزی سے آگے بڑھے اور متجسس انداز میں لالو کا ہاتھ الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ جس کی انگلی میں ایک بڑی سی انگوٹھی بھی تھی۔

"سعید سیاں یہ کیا حرکت ہے!" کرنل پرویز نے ڈانٹا۔

"خالو جان ایک منٹ!" سدو بھائی لالو کا ہاتھ دیکھنے میں مصروف رہے۔ "اس وقت ہماری رگِ جاسوسی پھڑک اٹھی ہے۔ ہم حیرت انگیز انکشاف کرنے والے ہیں۔"

فیصل اور زرین بھی حیران تھے کہ اس وقت سدو بھائی پر کس قسم کا دورہ پڑا ہے۔ دوسری جانب سدو بھائی ابھی تک لالو کے دائیں ہاتھ کو الٹا سیدھا کر کے بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ یکایک انھوں نے بہت زور کا نعرہ لگایا۔

"مل گیا۔۔۔۔ مل گیا۔۔۔"

"کیا مل گیا ـــــ؟" خان آفریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"سراغ مل گیا"

"کس چیز کا سراغ مل گیا؟" کرنل پرویز نے کہا۔

"خالو جان ہمیں وہ نوادرات وہ۔۔۔۔۔۔۔ جاسوس! آج ہم اپنی صلاحیتوں کے خود ہی معترف ہو گئے ہیں"

"کیا الٹی سیدھی ہانک رہے ہو سعید میاں" کرنل پرویز نے قدرے غصے سے کہا۔

"الٹی نہیں خالو جان ۔ بالکل سیدھی" سدو بھائی لالو بدمعاش کا ہاتھ تھام کر بولے "ہم نے مکمل سراغ لگا لیا ہے"

"آخر کس چیز کا؟"

"قتل کا ۔" سدو بھائی فخریہ لہجے میں بولے "آج پتہ چل گیا کہ ہم پکے جاسوس ہیں ۔ وہ جو کسی نے کہا ہے کہ بھوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں تو وہ ہمارے لئے ہی کہا گیا ہے"

"بھوت نہیں ــــــ پوت کے پاؤں!" فیصل نے کہا ۔

"آں . . . ہاں" سدو بھائی جلدی سے بولے "یہ ملتے جلتے الفاظ بعض اوقات بڑی گڑبڑ کر دیتے ہیں ۔ بہرحال ہم نے قتل کا سراغ لگایا ہے لالو بدمعاش کو گرفتار کر لیجئے"

"سدو بھائی یہ تو پہلے ہی حراست میں ہے" زریں نے کہا ۔

"یہ اغوا کے جرم میں حراست میں ہے اب اسے قتل کے جرم میں گرفتار کیا جائے گا"

"لیکن اس نے کسے قتل کیا ہے سعید میاں؟" کرنل پرویز نے پوچھا ۔

"یہ علی اشرف کا قاتل ہے خالو جان ۔ جو آپ سے ملاقات کرنے آیا تھا اور ہماری موجودگی میں ڈرائینگ روم میں ایک گولی کے ذریعہ اللہ کو پیارا ہو گیا تھا ۔ اور وہ گولی ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اسی ہاتھ سے چلائی گئی تھی ۔ یہی ہاتھ کھڑکی سے برآمد ہوا تھا ۔ اسی میں ریوالور دبا ہوا تھا ۔ اور اسی نے گولی چلائی تھی ۔ ہماری یادداشت دھوکا نہیں کھا سکتی ۔ ہم نے اس ہاتھ کو

اس طرح پہچان لیا ہے جیسے سفید دودھ میں کالی مکھی کو پہچان لیا جاتا ہے۔
سب سے بڑی پہچان یہ انگوٹھی ہے جو اس نے اپنی انگلی میں پہنی ہوئی ہے
یہ انگوٹھی ہم نے اس وقت بھی دیکھی تھی اور آج بھی دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو
معلوم ہی ہے جو چیز ہم ایک مرتبہ دیکھ لیتے ہیں اسے کبھی نہیں بھولتے۔ یہ وہی
ہاتھ ہے، وہی انگوٹھی ہے آپ اسے فوراً گرفتار کر لیجئے۔"

سدو بھائی کی تقریر سن کر کرنل پرویز کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی
انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ سدو بھائی میں دو ہی خصوصیات بہت زیادہ ہیں
ایک ان کی یادداشت اور دوسرا غلیل کا نشانہ۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے
لالو بدمعاش کے نزدیک پہنچ گئے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"لالو، یہ لڑکا کیا کہہ رہا ہے۔"

"یہ غلط ہے صاب، بالکل غلط ہے، میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔
انھیں دھوکا ہوا ہے۔" لالو گھبرا کر بولا۔

"کوئی دھوکا نہیں ہوا ہے ہمیں۔" سدو بھائی لالو کا ہاتھ تھام کر بولے
"اسی ہاتھ نے علی اشرف کو قتل کیا ہے۔ ہم اسے لاکھوں میں پہچان سکتے
ہیں۔ ہمارا نام سعید احمد عرف سپر مین عرف جاسوس اعظم ہے کیا سمجھے۔"

"دیکھو لالو! صاف صاف بتا دو!" کرنل پرویز نے کہا۔ "اس لڑکے
کی یادداشت بہت تیز ہے اس کا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔"

"میں نے کوئی قتل نہیں کیا صاب! میں بالکل بے قصور ہوں۔" لالو
کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

کرنل پرویز کا اب تک ہزاروں مجرموں سے سابقہ پڑا تھا وہ جانتے تھے کہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور سچ بولتے وقت کیا انداز ہوتا ہے، انھیں یقین ہو گیا کہ لالو جھوٹ بول رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسے گردن سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ پھر کنپٹی پر اتنی زور کا گھونسا مارا کہ وہ کئی قلابازیاں کھا گیا۔

کرنل پرویز نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے جھنجھوڑ کر کہا " بتا لالو، علی اشرف کا قاتل کون ہے؟"

" میں کچھ نہیں جانتا کرنل صاب، مجھے تو خبر بھی نہیں ہے اس قتل کی، میں بے گناہ ہوں "

" تو ایسے نہیں بتائے گا " یہ کہہ کر کرنل پرویز نے اس کی پیشانی پر ایک مکا اور رسید کیا۔ لالو پھر کئی لڑھکنیاں کھا گیا۔ اس مرتبہ کرنل پرویز نے اسے گریبان سے پکڑ کر نہیں اٹھایا، نہ اٹھنے کا موقع دیا۔ بلکہ جیب سے ریوالور نکالا اور فائر کر دیا ــــــ!!

اقبالِ جرم

نشانہ چوک گیا تھا ورنہ لالو کے ختم ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔ کرنل پرویز اس وقت انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں تھے اور سب لوگ حیران تھے کہ اچانک انھیں کیا ہو گیا ہے کہ لالو کو ہلاک کر دینا چاہتے ہیں ـــــــ!

دوسری جانب لالو کی موت کے خوف سے آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں چہرہ زرد ہو گیا تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ کرنل پرویز نے دوبارہ فائر کیا مگر گولی نہیں چلی۔ انھوں نے کئی بار ٹریگر دبایا لیکن کلک کی آواز آتی رہی۔ شاید چیمبر میں گولیاں ختم ہو گئی تھیں کرنل پرویز نے چیمبر کھولا اور جیب سے گولیاں نکال کر اس میں بھرنے لگے۔ اسی وقت سیکرٹ سروس کے چیف خان آفریدی تیزی سے آگے بڑھے۔

"کرنل صاحب آپ کیا کر رہے ہیں۔ وہ مر جائے گا۔"

"ہٹ جائیے خان صاحب!" کرنل پرویز نے ریوالور کا رخ لالو کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ زبان نہیں کھولے گا تو میں اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دونگا۔"

"نہیں نہیں۔۔۔۔ مجھے مت ماریئے۔۔۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ علی اشرف کو میں نے ہی قتل کیا ہے۔" لالو گڑگڑا رہا تھا اور کرنل پرویز کے قدموں میں لوٹ رہا تھا۔

کرنل پرویز نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے اسے کیوں قتل کیا۔ تمہاری اس سے کیا دشمنی تھی۔؟"

"میری کوئی دشمنی نہیں تھی۔"

"پھر اُسے کیوں مار دیا۔؟"

"جن لوگوں نے آپ کو اغواء کرایا تھا انہی لوگوں نے علی اشرف کو قتل کرنے کی ہدایت کی تھی۔"

"تمہیں اس کا بھی معاوضہ ملا ہوگا؟"

"جی ہاں ـــــ"

"کتنا ـــــ؟"

"پچاس ہزار ـــــ"

"تم ان لوگوں کی رہائش وغیرہ کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟" کرنل پرویز نے سوال کیا۔

"جی نہیں" لالو نے کہا۔

"اور تم ——— ؟" کرنل پرویز نے بشیرا کو مخاطب کیا۔

"مجھے بھی نہیں معلوم، وہ خود ہمارے اڈے پر آ کر ملاقات کرتے تھے۔"

بشیرا نے جواب دیا۔

اس کے بعد کرنل پرویز اور خان آفریدی نے بشیرا اور لالو سے مزید سوالات کئے لیکن اصل مجرموں کے بارے میں کوئی اہم بات معلوم نہ ہو سکی۔ تاہم لالو نے اعتراف جرم کر لیا تھا اور علی اشرف کے قتل کا معمہ بہت جلد حل ہو گیا تھا۔ چونکہ کرنل پرویز کو یقین ہو گیا تھا کہ لالو اور بشیرا جو کچھ بتا چکے ہیں اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ چنانچہ انھوں نے ایک انسپکٹر کو طلب کر کے دونوں مجرموں کو اس کے حوالے کیا اور رپورٹ مرتب کرنے کی ہدایت کی۔

کرنل پرویز اپنے دفتر میں پہنچے تو زریں نے کہا "ڈیڈی کیا واقعی آپ لالو کو گولی مار کر ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔؟"

"نہیں نہیں۔۔۔۔!" کرنل پرویز مسکرا کر بولے "قتل تو قتل ہے۔ مجرم کو مارنے تک کی اجازت نہیں ہے۔ دراصل فائر کر کے میں نے اُسے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ میری چال کامیاب رہی۔ موت کے خوف سے اس نے سب کچھ اگل دیا۔"

"خالو جان آپ نے بے کار اپنی گولیاں ضائع کیں" سدو بھائی بولے "یہ کام تو ہماری غلیل بھی کر سکتی تھی۔ صرف دو منٹ میں سارا کچا کھچڑا معلوم کر لیتے۔"

فیصل قہقہہ لگا کر بولا "سدو بھائی کچا کھچڑا نہیں کچا چٹھا کہتے ہیں۔"

"کیا بات ہے آپ کی قابلیت کی" سدو بھائی ہاتھ نچا کر کے کہنے لگے۔ "کچی چٹھی کہتے تب بھی کوئی بات تھی۔ یہ کچا چٹھا کیا بلا ہے۔ خواہ مخواہ عورت کو مرد بنا دیا آپ نے"

سدو بھائی کی بات سن کر سب ہنس پڑے۔ اسی وقت لاشاری اندر داخل ہوا "کیا خبر ہے؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

"لاشاری نے سلوٹ مار کر جواب دیا" سر کالی کے مندر کے پاس کوئی کار نہیں پائی گئی۔ میں کافی دیر وہاں ٹھہرا۔ اطراف کا جائزہ لیا، مگر ایسے کوئی آثار نہیں ملے۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ کوئی کار وہاں پہنچی تھی"

"کالی کے مندر کے قریب زمین پر ٹائروں کے نشان وغیرہ بھی نظر نہیں آئے؟" کرنل پرویز نے دریافت کیا۔

"نہیں جناب!"

"ڈیڈی میرے خیال میں ان لوگوں کو بشیرا اور لالو کی گرفتاری کا علم ہو گیا ہو گا" فیصل نے انکشاف کیا "اسی ڈر سے وہ لوگ کار لے کر وہاں نہیں پہنچے ہوں گے"

"ہاں" کرنل پرویز نے کہا۔ پھر وہ لاشاری سے مخاطب ہوئے "لالو نے علی اشرف کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔ لیکن یہ کیس ختم نہیں ہو گیا ہے۔ ابھی ہمیں اصل مجرموں کو تلاش کرنا ہے"

اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ دوسری بیل پر کرنل پرویز نے ریسور اٹھا لیا۔

"ہیلو... کرنل پرویز اسپیکنگ!"

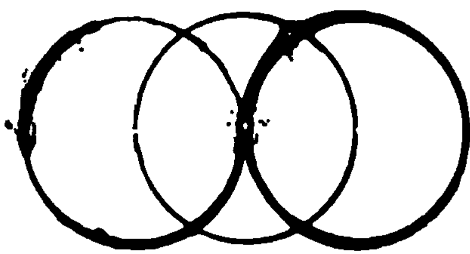
"کرنل صاحب میں سیکرٹری خارجہ بول رہا ہوں" دوسری جانب سے کہا گیا "ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ ہمارے محکمے کے ڈرافٹسمین کو آپ کی رہائش گاہ پر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے؟"

"آپ نے بالکل درست سنا ہے" کرنل پرویز نے جواب دیا "بلکہ میں نے مجرم کو گرفتار بھی کر لیا ہے اور وہ اقبال جرم کر چکا ہے"

"بہت خوب!" سیکرٹری خارجہ نے پُرجوش لہجے میں کہا "بہر حال آپ اسی وقت میرے دفتر تشریف لے آئیں۔ یہ صدر مملکت کا حکم ہے۔ ایک اہم مسئلے پر آپ سے گفتگو کرنی ہے"

"بہتر ہے، میں ابھی پہنچ رہا ہوں" کرنل پرویز نے کہا اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ زرین نے پوچھا "ڈیڈی کس کا فون تھا؟"

"مجھے دفتر خارجہ میں طلب کیا گیا ہے" کرنل پرویز اٹھتے ہوئے بولے۔ "میں وہیں جا رہا ہوں تم لوگ ٹیکسی سے گھر چلے جاؤ"



کرنل پرویز سیکرٹری خارجہ کے پُرتکلف دفتر میں داخل ہوئے تو عہدے میں بڑا ہونے کے باوجود اس نے کرسی سے اٹھ کر پُرجوش استقبال کیا۔ پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"آپ بہت جلد پہنچ گئے"

"مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی اہم مسئلہ درپیش ہے"

"مسئلہ واقعی اہم ہے" سیکرٹری خارجہ نے کہا۔ "اور یہی وجہ ہے کہ صدر مملکت خود اس معاملے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ بہرحال پہلے یہ بتائیے چائے چلے گی یا ٹھنڈہ وغیرہ"

"شکریہ، اس وقت تو کسی چیز کی خواہش نہیں ہے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں چائے ٹھیک رہے گی" یہ کہہ کر سیکرٹری خارجہ نے انٹرکام پر چائے کے لئے کہا۔ پھر دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"کرنل صاحب! ملک کی سلامتی کو زبردست خطرہ درپیش ہے یہ بات تو آپ کے علم میں ہے کہ ہمارے محکمے کے ڈرافٹسمین علی اشرف کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ مقتول علی اشرف آپ کی رہائش گاہ پر کیوں پہنچا اور مجرموں نے قتل کرنے کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیوں کیا۔ اس کے علاوہ۔۔۔"

"ایک منٹ!" کرنل پرویز نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے بھی اس پہلو پر غور کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ قاتل علی اشرف کو ہلاک کرنے کی غرض سے اس کا تعاقب کر رہا تھا اور کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔ علی اشرف کو تعاقب کا پتہ چل گیا تھا یہ اتفاق ہی تھا کہ اس وقت وہ میری رہائش گاہ کے قریب سے گذر رہا تھا اور اسے بھی اس بات کا علم تھا کہ وہ میرا

مکان ہے چنانچہ تحفظ کی خاطر وہ میرے مکان میں داخل ہو گیا لیکن میں اس وقت موجود نہیں تھا۔ اس کی ملاقات میرے بھانجے سے ہوئی جو اسے ڈرائینگ روم میں لے گیا۔ وہاں بھی وہ خاصا خوفزدہ تھا اور بار بار کسی خطرے کا ذکر کر رہا تھا اسی دوران میں بیرونی کھڑکی سے ایک ریوالور بکف ہاتھ برآمد ہوا اور علی اشرف کو گولی ماردی گئی۔

"آپ نے قاتل کو کب گرفتار کیا ؟"

"واردات سے چند گھنٹے بعد!" کرنل پرویز نے جواب دیا "نہ صرف قاتل بلکہ اس کے اغوا کنندگان کو بھی گرفتار کر لیا۔ وہ دونوں مل کر جرائم کرتے ہیں پارٹنر ہیں۔ مگر اصل مجرم ان میں سے کوئی نہیں ہے وہ مقامی لوگ ہیں اور معاوضے پر اغواء اور قتل جیسی وارداتیں کرتے ہیں۔ اصل مجرم میرے خیال میں غیر ملکی لوگ ہیں"

"آپ کا خیال درست ہے" سیکرٹری خارجہ نے کہا "یقیناً وہ غیر ملکی ہیں اور ہمارا ایک اہم راز چرا کر لے گئے ہیں"

"کیسا راز ؟" کرنل پرویز نے چونک کر پوچھا۔

"آجکل ہمارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ اس سازش میں ایک پڑوسی ملک کے علاوہ اسرائیل بھی ملوث ہے یہ لوگ ہمیں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور بار بار کی پُرزور تردید کے باوجود یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ ہم ایٹم بم بنا رہے ہیں۔ جس کا نام "اسلامی بم" رکھا گیا ہے۔ یہ سراسر بہتان ہے۔ ہم ایٹمی توانائی کو پُرامن مقاصد کے لئے

استعمال کرنا چاہتے ہیں لیکن کچھ ممالک نہیں چاہتے کہ ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ اس لئے انھوں نے اسلامی بم کا شوشا چھوڑ دیا ہے تاکہ ہم سائینسی وجدید ٹیکنالوجی سے محروم رہیں۔ اس مقصد کے تحت وہ ہمارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کردینا چاہتے ہیں جس طرح عراق کا ایٹمی پلانٹ تباہ کردیا گیا تھا لیکن ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم نے اپنے ایٹمی پلانٹ کا تحفظ کرلیا ہے اور مزید تحفظات کی خاطر ایک دوست ملک کو مطلع کرنا چاہتے تھے کہ اس مقصد کے لئے ہمیں کن کن اشیاء کی کہاں کہاں ضرورت ہے اس سلسلے میں ہم نے بعض مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے جو نہایت اہم ہیں اور جنھیں تحفظ کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں ہم دوست ملک کو جو خط لکھنا چاہتے تھے۔ اس کا مسودہ غیر ملکی ایجنٹوں کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب بھی ہوگئے ہیں۔"

"اتنے اہم خط کا مسودہ دشمن کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟" کرنل پرویز نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں وہی بتا رہا ہوں۔" سیکرٹری خارجہ نے جواب دیا۔ "یہ بات آپ جانتے ہی ہیں کہ مقتول علی اشرف ہمارے محکمے میں ڈرافٹسمین کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ غیر ممالک کو بھیجے جانے والے سرکاری خطوط کے مسودات وہی تیار کرتا تھا اور اس خط کا ڈرافٹ بھی وہی تیار کررہا تھا۔ دشمن ملک کے ایجنٹوں کو کسی طرح اس بات کا پتہ چل گیا جس کے نتیجے میں وہ لوگ علی اشرف سے خط کا مسودہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔"

"آپ کا مطلب ہے علی اشرف کو اسی مقصد کے تحت قتل کیا گیا ہے؟"
کرنل پرویز نے پوچھا۔

"جی ہاں ——— سو فیصد!"

"لیکن میں اس بات کا گواہ ہوں کہ گولی لگنے کے بعد علی اشرف کی لاش کے قریب کوئی نہیں آیا۔ اور جب میں نے اس کی تلاشی لی تو جیب سے کوئی مسودہ وغیرہ برآمد نہیں ہوا۔ پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ غیر ملکی ایجنٹ اس سے خط کا مسودہ چھین کر فرار ہو گئے"۔

"آپ کا اعتراض درست ہے"۔ سیکریٹری خارجہ نے کہا۔ "لیکن واقعہ یوں ہے کہ غیر ملکی ایجنٹ خط کا مسودہ علی اشرف کے قبضے سے ایک روز پہلے ہی حاصل کر چکے تھے اور ملک سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس وقت مصدقہ اطلاعات کے مطابق وہ لوگ بیروت میں ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ جب وہ مسودہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے تو علی اشرف کو قتل کیوں کرا دیا"۔

کرنل پرویز سوچتے ہوئے بولے۔

"میرے خیال میں اس کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ اس معاملے کو پیچیدہ بنا کر ہمیں الجھانا چاہتے ہیں۔ ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت ممکن ہے علی اشرف کو غیر ملکی ایجنٹوں کے بارے میں کوئی بات معلوم ہو گئی ہو، مثلاً کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں، یا کوئی اور بات جسے وہ افشا کرنا نہ چاہتے ہوں۔ چنانچہ انھوں نے علی اشرف کو قتل کر دیا"۔

"مگر سوال یہ ہے کہ اس کو اسی وقت قتل کیوں نہیں کر دیا گیا جب اس کے قبضے سے خط کا مسودہ حاصل کیا گیا تھا" سیکرٹری خارجہ نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے انھیں بعد میں احساس ہوا ہو" کرنل پرویز نے کہا" یا اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کرنا نہ چاہتے ہوں۔ چنانچہ بعد میں انھوں نے بشیرا اور لالو بدمعاش سے رابطہ قائم کیا اور علی اشرف کے قتل کے معاملات طے کر کے فرار ہو گئے"

"آپ کی بات سمجھ میں آتی ہے" سیکرٹری خارجہ نے کہا" مگر آپ سے انھیں کیا دلچسپی تھی انھوں نے آپ کو اغواء کرنے کی کوشش کیوں کی۔؟"

"ہو سکتا ہے اس گروہ کے کچھ آدمی یہاں موجود ہوں" کرنل پرویز نے جواب دیا" یا اس ملک کا سفارت خانہ ان امور کی نگرانی کر رہا ہو۔ بلکہ یہی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ غیر ملکی ایجنٹوں کو فرار کرانے میں سفارتی سہولتیں ضرور استعمال کی گئی ہونگی۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ میرے اغواء کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے خائف رہے ہیں اور بہت زیادہ اہمیت دے رہے ہونگے کہ آیا میں ان کا سراغ لگا سکتا ہوں"

"یہی بات ہو سکتی ہے" سیکرٹری خارجہ نے کہا" بہر حال اس سے پہلے کہ میں آپ کو اصل بات بتاؤں یہ فرمائیے کہ علی اشرف کے قاتل یا آپ کے اغوا کنندگان سے ایسی کوئی بات معلوم ہو سکی جس سے غیر ملکی ایجنٹوں کی

شناخت میں مدد مل سکے یا کسی طور پر ان کی نشاندہی ہو سکتی ہو۔"

"جی نہیں۔" کرنل پرویز نے جواب دیا۔" وہ ان کے بارے میں اتنا بھی نہیں جانتے جتنا ہم جانتے ہیں۔ انھوں نے بشیرا اور لالو سے ان کے اڈے پر ملاقات کی تھی اور وہیں تمام معاملات طے کئے تھے ان سے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

"ہوں۔۔۔۔" سیکریٹری خارجہ نے سوچتے ہوئے کہا۔" کرنل صاحب! صورت حال یہ ہے جو کہ انتہائی سنگین ہے کہ خفیہ ایجنٹ ہمارے اہم راز چرا کر یہاں سے فرار ہو گئے ہیں اور اس وقت بیروت میں ہیں۔ آپ کو ان کے تعاقب میں اسی وقت بیروت روانہ ہونا ہے اور جس طرح ممکن ہو ان کے قبضے سے خط کا مسودہ حاصل کرنا ہے۔ صدر مملکت نے اس کام کے لئے خاص طور پر آپ کو نامزد کیا ہے۔ خفیہ ایجنٹوں کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ بیروت کے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور کسی ایسے شخص کا انتظار کر رہے ہیں جو بیروت پہنچ کر خط کا مسودہ ان سے حاصل کرے گا۔ آپ کو یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ جو شخص یا جو لوگ خفیہ ایجنٹوں سے کاغذات لینے آئیں گے ان کا تعلق کس ملک سے ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ پیشہ ور ایجنٹ ہیں اور کسی بھی ملک کے راز چرا کر اس حکومت کو فروخت کر دیتے ہیں جو ان سے دلچسپی رکھتی ہو۔"

"شاید!" سیکریٹری خارجہ نے مشکوک لہجے میں کہا۔" حقیقت کیا ہے؟ یہ تو آپ ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ بہر کیف آپ کے لئے ایک چھوٹے طیارے

کا انتظام کر دیا گیا ہے جو اس وقت رن وے پر موجود ہے اور اُسے کسی بھی لمحے اڑایا جا سکتا ہے۔ لبنان کی حکومت کو اس خصوصی پرواز کی اطلاع دے دی گئی ہے وہاں آپ کو خوش آمدید کہا جائے گا لبنانی پولیس اور انٹلی جنس سروس آپ کی ہر طرح مدد کرے گی۔ خصوصی طیارہ آپ کو اس لئے دیا جا رہا ہے کہ خفیہ ایجنٹوں کے تعاقب کے سلسلے میں کسی وقت بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ پائلٹ لے جائیں۔ یا خود طیارہ اڑائیں کیونکہ آپ ایک ماہر ہوا باز بھی ہیں۔ اس کے علاوہ جتنے آدمیوں کی ضرورت ہو وہ بھی فراہم کئے جا سکتے ہیں۔"

"مجھے آدمی درکار نہیں ہیں، اور جہاز بھی میں خود اڑا کر لے جاؤنگا۔" کرنل پرویز نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ سارجنٹ لاشاری اور میرے بچے ہوں گے۔ ان کی موجودگی میں مزید افراد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" سیکرٹری خارجہ نے کہا۔ "اس سلسلے میں آپ کو پوری آزادی حاصل ہے۔ صدر مملکت تک آپ کے بچوں کی صلاحیتوں کے معترف ہیں۔"

"شکریہ!" کرنل پرویز نے کہا۔ "یہ بتائیے روانگی کب ہو گی۔"

"آج ہی! بلکہ اسی وقت!" سیکرٹری خارجہ نے جواب دیا۔ "آپ گھر جا سکتے ہیں۔ وہاں سے مختصر سامان اور بچوں وغیرہ کو لے کر ائیرپورٹ پہنچ جائیے۔"

کرنل پرویز نے سارجنٹ لاشاری کو فون کر کے ضروری ہدایات

دیں اور فوراً گھر پہنچنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد سیکرٹری خارجہ سے رخصت ہو کر وہ خود بھی گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

چلتے چلتے

ہم نے ذہنی آزمائش کی آخری تاریخ ۲۵ جنوری رکھی تھی۔ آج جنوری کی ۲۸ تاریخ ہے۔ کتاب کی آخری کاپی پریس جا رہی ہے لیکن آج کی ڈاک میں بھی بے شمار خط ہمیں ملے ہیں جن کو شامل کرنے کی اب کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ اس لیے براہِ مہربانی آئندہ خیال رکھیں اور اپنے خطوط ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کو ارسال کر دیا کریں تاکہ ۲۵ تاریخ تک مل جائیں ورنہ جواب دینا ممکن نہ ہو گا۔ جن قارئین کے خطوط ۲۵ تاریخ کے بعد ملے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

چوہدری محمد اعجاز مجید بولان۔ محمد موسیٰ جوکھیہ کاٹھور۔ ریاض الرحمٰن تربیلہ ٹاؤن شپ۔ محمد نصراللہ صدیقی لانڈھی، خالد فاروق انصاری کراچی نمبر ۳۸۔ محمد منشا نوشکی، منان احمد کراچی محمد جاوید کوٹری۔ اطہر حسین کوئٹہ۔ شفقت امین جہلم۔ اکبر علی شیخوپورہ۔ سیف اللہ حفیظ لالہ موسیٰ۔ مختار احمد کراچی۔ پرنس عزمی کراچی۔ محمد صابر وسیم میانی سرگودھا۔ منور بیگ قلات فواد شیخ میانی سرگودھا۔ اور بہت سے دوسرے۔

لڑاکا طیارے

چار سیٹوں والا فوکر فرینڈ شپ طیارہ تین سو میل فی گھنٹے کی رفتار سے ہوا کے دوش پر محو پرواز تھا۔ کرنل پرویز کاک پٹ میں تھے وہ خود جہاز اڑا رہے تھے۔ سارجنٹ لاشاری، فیصل زریں اور سدو بھائی پچھلی نشستوں پر تھے۔ سدو بھائی اس وقت گہری سوچ میں تھے۔ فیصل نے پوچھا۔

"سدو بھائی کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

"خاموش!" سدو بھائی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولے "ہم اس وقت غور و حوض کر رہے ہیں"

"غور و حوض؟ یہ کیا بلا ہے؟؟" زریں نے کہا۔

"آپ تو ہیں سدا کی جاہل" سدو بھائی ہاتھ اٹھا کر بولے "اردو

آتی ہو تو کچھ سمجھیں بھی، اور ہمارے پاس سمجھانے کے لئے وقت نہیں ہے۔"
"شاید سدو بھائی غور و خوض کہہ رہے ہیں" سارجنٹ لاشاری بولا۔ "اگر آپ اپنے حوض کی "ح" پر ایک نقطہ لگالیں تو صحیح لفظ بن جائے گا۔"
"ہمیں اللّٰہ نہ بنائیں بھائی لاشاری" سدو بھائی کہنے لگے۔ "یہ نکتے اپنے پاس ہی رکھیں۔ ہم جو بول رہے ہیں صحیح بول رہے ہیں۔"
"آخر پتہ تو چلے غور و حوض کا مطلب کیا ہوا؟" فیصل نے کہا۔
"اس کا مطلب ہے حوض کی گہرائی کی طرح غور کرنا" سدو بھائی نے تشریح کی۔ "اب بتائیے ہم غلط کہہ رہے ہیں یا صحیح؟"
"آپ کو غلط کون کہہ سکتا ہے" فیصل نے جواب دیا۔ "ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ صحیح لفظ غور و خوض ہے۔"
سدو بھائی کچھ کہنے ہی والے تھے کہ یکایک دائیں بائیں دو فائٹر طیارے اڑتے ہوئے نظر آئے۔ ان کا انداز ایسا تھا گویا کرنل پرویز کے طیارے کو گھیرے میں لینا چاہتے ہوں۔ سب لوگ چونک کر لڑاکا طیاروں کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت وہ لوگ افریقہ کے گھنے جنگلات پر سے گذر رہے تھے۔
فائٹر طیارے اور قریب آگئے تھے۔ لاشاری چونک کر اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ فیصل نے بھی اس کی تقلید کی، پھر وہ دونوں کاک پٹ میں داخل ہو گئے۔
"سر! دو لڑاکا طیارے ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں" لاشاری نے اشارہ کیا۔

"میں نے انھیں دیکھ لیا ہے" کرنل پرویز نے کاک پٹ سے باہر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "سمجھ میں نہیں آرہا ہے وہ ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں ہم سے کیا چاہتے ہیں"

فیصل بولا "ڈیڈی ہو سکتا ہے محض اتفاقی طور پر ایسا ہوا ہو۔ وہ تیزی سے گذرتے ہوئے اپنے راستے پر نکل جائیں"

"یہ اتفاق معلوم نہیں ہوتا" لاشاری نے کہا "وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں"

دفعتاً ریڈیو پر سگنل موصول ہونے لگے۔ پھر کرنل پرویز کے ھیڈ فون میں ایک تیز آواز گونجنے لگی۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ ہیلو پائلٹ! تم اس وقت ہماری زد میں ہو۔ خود کو حراست میں سمجھو اور ہماری ہدایت پر عمل کرو۔ اگر تم نے ہمارا حکم نہیں مانا اور نکل بھاگنے کی کوشش کی تو کامیاب نہیں ہوسکو گے۔ ہمارے طیاروں میں مشین گنیں نصب ہیں ایک ہی برسٹ میں تمہارا طیارہ زمین کا رخ کر سکتا ہے اور تم سب لوگ ہلاک ہو سکتے ہو۔ اس لئے ہماری ہدایت پر عمل کرو اور ہمارے ساتھ چلتے چلے آؤ"

"تم لوگ کون ہو، کیا چاہتے ہو؟" کرنل پرویز نے کہا۔

"تمہارے لئے یہ جاننا ضروری نہیں ہے نہ تم اس پوزیشن میں ہو کہ کسی قسم کے سوالات کر سکو"

کرنل پرویز کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ یہ غیر متوقع

صورتحال خاصی تشویشناک تھی انھیں کچھ معلوم نہیں تھا وہ کون لوگ ہیں اور کس قسم کے عزائم رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک اچھے پائلٹ تھے لیکن دو لڑاکا طیاروں کے نرغے سے نکل جانا آسان کام نہیں تھا البتہ اگر وہ بھی لڑاکا طیارہ اڑا رہے ہوتے تو ضرور مقابلہ کرتے چنانچہ انھوں نے نامعلوم دشمنوں کی ہدایت پر عمل کرنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

"تم ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں" لڑاکا طیارے کے پائلٹ نے جواب دیا" چند منٹ بعد ہم لینڈنگ کریں گے اور یہ سفر ختم ہو جائے گا۔ تم اپنے جہاز کی رفتار کم کردو اور لینڈنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

کرنل پرویز نے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تھرڈل کھینچ کر طیارے کی رفتار کم کردی۔ زریں بھی کنٹرول روم میں پہنچ چکی تھی۔ ریڈیو پر گونجنے والی آواز سب ہی سن رہے تھے اور سب ہی کے چہروں پر تشویش کے آثار تھے۔ البتہ سدو بھائی حالات سے بے خبر ابھی تک سوچ بچار میں غرق تھے وہ اپنی سیٹ سے نہیں اٹھے تھے۔

"سدو بھائی ہمارا جہاز اغواء کرلیا گیا ہے" زریں نے وحشت زدہ انداز میں انھیں اطلاع دی۔"

"ہم مذاق کے موڈ میں نہیں ہیں" سدو بھائی لاپرواہی سے بولے" ہمارا دماغ مت چاٹیئے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے، میں حقیقت بیان کر رہی ہوں۔"

"ہمیں بیوقوف مت بنائیے" سدو بھائی کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔
آپ خود ہی جہاز اغواء کرلیں تو دوسری بات ہے ورنہ ہمیں تو کوئی ہائی جیکر
نظر نہیں آرہا ہے"

"طیارہ کسی ہائی جیکر نے اغوار نہیں کیا ہے"

"آپ کا مطلب ہے خود بخود اغواء ہوگیا ہے"

"اُفوہ۔۔۔ آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے سدو بھائی۔ یہ جو دائیں بائیں
دو لڑاکا طیارے اُڑ رہے ہیں انھوں نے ہمارا جہاز اغوا کرلیا ہے اور اب
وہ ہمیں اپنے ساتھ لے جارہے ہیں"

"ک ک۔۔۔ کہاں" سدو بھائی نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

"نامعلوم منزل کی طرف!"

اتنی دیر میں لاشاری اور فیصل بھی کنٹرول روم سے نکل آئے۔ سدو
بھائی انھیں دیکھتے ہی بولے "کیا یہ سچ ہے کہ ہمارا جہاز اغواء کرلیا گیا ہے؟"

"ہاں سدو بھائی!" فیصل نے جواب دیا "ہم لوگ سخت خطرے میں
ہیں"

"یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا ہے" لاشاری زیرِ لب مسکرایا۔

"وہ کیسے؟" سدو بھائی فوراً بولے "ہم نے کیا کہا ہے"

"جناب انھیں آپ ہی کی تلاش ہے" زرین کہنے لگی "اور آپ کے
ساتھ ہم بھی مارے جارہے ہیں"

"یہ بات ہے" سدو بھائی گلے میں پڑی ہوئی غلیل نکال کر غصّے

سے اٹھ کھڑے ہوئے " ہم ابھی غلیلہ مار کران کے جہاز میں چھید کیئے دیتے ہیں "

" خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے گا " فیصل بولا " ان کے طیاروں میں مشین گنیں فٹ ہیں۔ چند لمحوں میں ہمارا جہاز تباہ کر دیں گے "

" اجی کیسے تباہ کر دیں گے۔ ہم نے کیا انگوٹھیاں پہن رکھی ہیں "

" سدو بھائی چوڑیاں " زریں بولی۔

" ہاں ہاں چوڑیاں ہی سہی۔ ہم آخر سپر مین ہیں چھوٹے موٹے جہازوں کی ہمارے سامنے کوئی اہمیت نہیں ہے "

دوسری جانب کرنل پرویز سنگین حالات سے دو چار تھے۔ لڑاکا طیاروں کے پائلٹوں نے ان کے جہاز کو دونوں جانب سے گھیر رکھا تھا اور اپنے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کرنل پرویز کے لئے بچ نکلنے کا کوئی چانس نہیں تھا۔ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرتے تو ان کا جہاز گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا۔

تینوں جہاز اب خاصی نیچی پرواز کر رہے تھے۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ کرنل پرویز کو ایک وسیع و عریض وادی نظر آئی جس کے گرد بلند اور عمودی پہاڑیوں کا حصار تھا یہ پہاڑیاں اوپر سے کسی قلعہ کی فصیل کی مانند دکھائی دے رہی تھیں جیسے پہاڑیوں کو تراش کر فصیل کی شکل دی گئی ہو۔ وادی کے وسط میں کئی جدید ترین عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک جانب چھوٹا سا رن وے تھا جس پر ایک ہیلی کاپٹر، ایک ٹرانسپورٹ طیارہ

اور ایک بمبار طیارہ کھڑا تھا۔

لڑاکا طیاروں کے پائلٹوں کا کرنل پرویز سے مسلسل رابطہ قائم تھا انھوں نے کرنل پرویز کو وادی کے رن وے پر اترنے کے لئے کہا۔ انھوں نے بے بسی سے دولوں طیاروں کی طرف دیکھا جو سائے کی طرح ان کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ غرض کچھ دیر بعد تینوں طیارے رن وے پر اُتر گئے۔ اسی وقت عمارت سے چار آدمی برآمد ہوئے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ کرنل پرویز اور ان کے ساتھیوں کو جہاز سے اترتے ہی حراست میں لے لیا گیا۔

"باپ رے باپ!" سدو بھائی آہستہ سے بڑبڑائے "اس مرتبہ مروا دیا خالو جان نے، جان بچنا مشکل نظر آتی ہے"

"گھبرایئے مت سدو بھائی" فیصل نے کہا "اللہ مدد کرنے والا ہے"

"اللہ ضرور مدد کرے گا" سدو بھائی بولے "اور اگر آپ کہیں تو اس سے پہلے ہم اپنی غلیل کے ہاتھ دکھائیں"

"ایسا غضب نہ کرنا" زریں نے فوراً کہا "ورنہ یہاں سے نکلنے میں اگر ہم کسی طرح کامیاب ہو گئے تو پانچ کے بجائے چار افراد ہی واپس جائیں گے"

"ک ک۔۔۔ کیا مطلب ہے" سدو بھائی غصے سے بولے "یعنی آپ نے ہماری موت کا حساب ابھی سے لگا لیا ہے"

"اے۔۔۔ تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو" اسٹین برداریں سے

ایک نے کڑک کر کہا "خاموشی سے چلتے رہو، ورنہ۔۔۔"

سدو بھائی فوراً خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ان لوگوں کو ایک حوالات نما کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جس کا دروازہ آہنی سلاخوں کا تھا۔ ایک شخص اسٹین گن لے کر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ سدو بھائی کی حالت بہت ابتر تھی۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"شاید ہمارا آخری وقت آگیا ہے۔ ملک الموت یہیں کہیں ٹہل رہا ہو گا۔ ہمیں اپنی فکر نہیں ہے۔ غم اس بات کا ہے کہ نہ معلوم یہ کمبخت ہماری لاش کا کیا حشر کریں جب کہ ہماری آخری خواہش کچھ اور ہی تھی۔

"کیا تھی آپ کی آخری خواہش؟" فیصل نے پوچھا۔

"ہم نے یہ سوچ رکھا تھا کہ مرتے وقت وصیّت کر جائیں گے کہ ہماری لاش کو مسالہ لگا کر اس میں رکھ دیا جائے۔"

"تابوت میں!" لاشاری نے کہا۔

"نہیں جناب!" سدو بھائی ہاتھ اٹھا کر بولے "اس میں۔۔۔ وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔ ہارمونیم میں۔"

"ہارمونیم میں آپ کی لاش کیسے رکھی جا سکتی ہے؟" فیصل نے تعجب سے کہا۔

"کیوں نہیں رکھی جا سکتی۔ ہم کیا کسی سے کم ہیں۔ جب فرعونوں اور شدادوں کی لاش ہارمونیم میں رکھی جا سکتی ہے تو ہماری لاش نے کونسی مارشل لا کی خلاف ورزی کی ہے۔"

"اچھا اچھا۔۔۔ آپ میوزیم کی بات کر رہے ہیں" زرین سمجھ گئی۔

"میو۔۔۔ زیم!" سدو بھائی پلکیں جھپکا کر بولے "ہاں ہاں وہی۔ ہماری لاش قیامت تک وہاں رکھی رہے گی۔ اور غلیل ہمارے سینے پر دھری ہو گی"

"تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو" فیصل آہستہ سے بولا۔

"بس بس اپنی زبان قابو میں رکھیئے" سدو بھائی غصے سے بولے "ورنہ ایسا نہ ہو۔۔۔"

"سعید میاں خاموش رہو" کرنل پرویز نے ڈانٹ دیا۔

"سدو بھائی فیصل کو گھورنے لگے۔ پھر کرنل پرویز سے بولے "خالو جان آپ تو تار کے ٹکڑے سے ہر قسم کا تالا کھول لیتے ہیں۔ آپ حوالات کا قفل کھولیئے اور ہم اسٹین گن والے کو چت کئے دیتے ہیں"

"ابھی اس کا وقت نہیں آیا" کرنل پرویز نے جواب دیا "ہر طرف ان کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو وادی سے نکلنا مشکل ہو گا"

"خالو جان کا ارادہ زندگی بھر یہیں رہنے کا ہے" سدو بھائی آہستہ سے بولے۔

اسی وقت راہداری میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ سب لوگ چوکنا ہو گئے۔ کچھ دیر بعد دو آدمی حوالات کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ ان کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ ان میں سے ایک بولا۔

" ہیلو کرنل پرویز، کیا حال ہے تمہارا ــــــــ ؟؟"



یہودی ایجنٹ

کرنل پرویز چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے "تم مجھے کیسے جانتے ہو ؟"

" اتنے بڑے سائنس داں سے کون واقف نہیں ہے " وہ طنزیہ انداز میں بولا " اور تم بھی ہمیں غائبانہ طور پر جانتے ہو۔ لالو اور بشیرا کے ذریعے ہم ہی لوگوں نے تمہیں اغواء کرانے کی کوشش کی تھی۔ مگر تم بچ نکلے۔ لیکن آزادی کے وہ لمحات عارضی تھے اب ہم نے تمہارے ساتھیوں سمیت اغواء کر لیا ہے۔ کچھ دن بعد تمہاری بیگم کو بھی یہاں پہنچا دیا جائے گا "

" بھائی صاحب! دادی اماں، چراغ دین اور اس کی بیوی کو بھی لے آنا " سدو بھائی اسے مخاطب کر کے بولے۔

" تم خاموش رہو " کرنل پرویز نے سدو بھائی کو گھورا " پھر اس

آدمی سے بولے "علی اشرف کو بھی تم لوگوں نے قتل کرایا تھا؟"

"ہاں ـــــــ" ان میں سے ایک فخریہ لہجے میں بولا" ہم نے اس سے وہ خط بھی حاصل کر لیا تھا۔ جس میں تمہارے ملک کی ایٹمی تنصیبات کی تفصیلات درج ہیں۔ ہم اسے عنقریب تباہ کر دیں گے۔ تاکہ تم ایٹمی اسلحہ نہ بنا سکو۔"

"ہم ایٹمی اسلحہ بنانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے" کرنل پرویز نے جواب دیا" ہم پُرامن مقاصد اور اپنی ترقی و تعمیر کے لئے ایٹمی توانائی کو استعمال کرنا چاہتے ہیں"

"جوہری ہتھیار بنانے والا ہر ملک یہی کہتا ہے۔ لیکن ایک روز اچانک پتہ چلتا ہے کہ اس نے دھماکہ کیا ہے اور ایٹمی اسلحہ بنانے کے قابل ہو گیا ہے۔ تمہارے پڑوس میں بھی یہی ہوا ہے۔ دیگر ممالک میں بھی یہی ہو رہا ہے لیکن ہم ایسے تمام ایٹمی مراکز کو تباہ کر دیں گے جس طرح ہم نے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کر دیا تھا۔"

"تم کون ہو ـــــــ تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟" کرنل پرویز نے دریافت کیا۔

"ہم اسرائیلی ہیں" اس نے جواب دیا" ہماری پالیسی کا یہ ایک اہم حصہ ہے کہ کوئی ترقی پذیر ملک ہم پر سبقت لے جانے کی کوشش نہ کرے۔ یوں بھی تمہارے ملک نے ہم سے خواہ مخواہ کی دشمنی مول لے رکھی ہے۔ تم نے ہمیشہ اور ہر مرحلے پر ہماری مخالفت کی ہے اور اب تمہارے

ایٹمی پلانٹ کو تباہ کر کے اس دشمنی کی سزا دی جائے گی۔ اس نوعیت کی سزا ایک اسلامی ملک عراق کو بھی دے چکے ہیں۔ تمہارے ایٹمی پلانٹ کی تباہی میں ہمارے ساتھ ایک اور ملک بھی شامل ہو گا جس کا نام ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے لیکن تم خود سمجھ گئے ہو گے۔ تمہارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ " اسلامی بم " تیار کرنے کے بعد اسے ہمارے مخالفین اور تنظیم آزادی فلسطین کو سپلائی نہ کر سکو "

ہمارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کے لئے یہیں سے کارروائی کی جائے گی ؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

" بہت بھولے ہو جو اتنے راز کی بات معلوم کر رہے ہو " وہ طنزیہ لہجے میں بولا " بہر حال عراق کا ایٹمی پلانٹ تباہ کرنے کی کارروائی یہیں سے کی گئی تھی اس نوعیت کے دیگر اقدامات بھی یہیں سے کئے جاتے ہیں اور تم لوگ بھی یہاں سے اب کبھی نہیں جا سکتے۔ باہر کی دنیا سے ہمیشہ کے لئے تمہارا تعلق ختم ہو گیا ہے "

" کیا تم ہمیں قتل کر دو گے ؟" سندو بھائی خوفزدہ لہجے میں بولے۔

" ہاں ——— لیکن اگر تم لوگ یہودی مذہب قبول کر لو گے تو تمہاری جان بخش دی جائے گی۔ مگر تمہیں آزاد نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس بات کا کامل یقین نہ ہو جائے کہ تم لوگوں نے خلوص دل سے یہودیت کو قبول کیا ہے۔ اس دور افتادہ مقام پر ہم نے عارضی ہیکل سلیمانی تعمیر کیا ہے جس کی زیارت کے لئے دنیا بھر سے یہودی یہاں آتے ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا

مذہبی پیشوا بھی یہیں مستقل قیام رکھتا ہے۔"

کرنل پرویز اس وقت گہری سوچ میں تھے۔ ان کے سامنے پانچ انسانوں کی موت اور زندگی کا مسئلہ درپیش تھا۔ وہ سوچ رہے تھے اگر مصلحت سے کام لیا جائے تو جان بچ سکتی ہے اور یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہوگی بصورت دیگر یہ سفاک یہودی سب کو ٹھکانے لگا دیں گے۔

"میں تمہاری پیشکش پر غور کر سکتا ہوں" کرنل پرویز نے کہا "لیکن مجھے تمہارے عقائد اور تعلیمات وغیرہ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اگرچہ کوئی بھی اپنے مذہب کو آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا تاہم اگر تمہارے عقائد جاندار ہوئے اور تم مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ضرور یہودیت قبول کر لوں گا"

"ہمارا مذہب اور ہمارے عقائد دنیا کے ہر مذہب سے افضل و اعلیٰ ہیں" یہودی ایجنٹ کہنے لگا "اگر تم اس سلسلے میں مخلص ہو اور تمہاری نیت صاف ہے تو ہم تمہیں اپنی مذہبی پیشوا کے سامنے پیش کر دیں گے"

"دلوں کا حال تو خدا ہی جانتا ہے" کرنل پرویز نے جواب دیا "بہر حال اپنی نیک نیتی کے بارے میں ہر وہ اقدام کر گزرونگا جس سے تم مطمئن ہو سکو"

"ٹھیک ہے" یہودی ایجنٹ نے کہا "مذہبی پیشوا کے حجرے میں آج خصوصی ملاقات کا دن ہے اور چونکہ تمہارا معاملہ بھی خصوصی نوعیت کا ہے۔ لہٰذا میں ہیکل کے منتظم اعلیٰ سے اس سلسلے میں گفتگو کرونگا۔ اس

سے پہلے تمہیں ہیکل کی زیارت کرائی جائے گی تاکہ تمہارے دلوں پر اس کی عظمت و سطوت نقش ہو جائے۔ لیکن اس بات کو میں پھر دہراتا ہوں کہ یہودیت اختیار کرنے کے بعد بھی تمہیں یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا۔ کم از کم پانچ سال تک تم مقدس ہیکل کی خدمت کرو گے اس کے بعد اگر مناسب سمجھا جائے گا تو مختلف مقاصد کے لئے تمہیں باہر بھیج دیا جائے گا۔"

"اگر تمہارے مذہب سے ہمارے دلوں کو مسخر کر لیا تو ہم خود ہی یہاں سے جانا پسند نہیں کریں گے پوری زندگی مقدس ہیکل کی خدمت میں گذار دیں گے۔" کرنل پرویز نے کہا۔

"مرحبا!" اسرائیلی ایجنٹ نے پُرجوش لہجے میں کہا "اب جب کہ تمہارا ذہن یہودیت کی طرف مائل ہے تو اس قید خانے میں نہیں رکھا جائے گا۔ میں ابھی جا کر منتظم اعلیٰ سے تمہارے لئے اچھی رہائش کی بات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر دونوں ایجنٹ فوراً واپس چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی لاشاری کہنے لگا۔

"سر آپ ۔۔۔۔؟"

"توبہ کرو۔" کرنل پرویز اس کی بات کاٹ کر کہنے لگے "میں مذہب اسلام پر اگر ایک ہزار زندگیاں ملیں تو وہ بھی قربان کر سکتا ہوں۔ یہ محض مصلحت کی بات ہے اور کچھ نہیں۔"

"لیکن ڈیڈی وہ لوگ کہتے ہیں یہودیت اختیار کرنے کے بعد بھی ہمیں

یہاں سے نہیں جانے دیں گے " فیصل نے کہا۔

" ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے " کرنل پرویز نے جواب دیا " ان کا اعتماد حاصل کر کے میں فوراً یہاں سے نکلنے کی کوشش کرونگا "

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وہ دونوں اسرائیلی ایجنٹ واپس آ گئے ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا جو بہت معزز اور باوقار نظر آتا تھا اور جس نے سر سے پیر تک ایک سیاہ چوغہ زیب تن کر رکھا تھا اس نے بہت غور سے کرنل پرویز اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

" کیا یہ درست ہے کہ تم یہودی مذہب اختیار کرنا چاہتے ہو؟"

" ہاں ——— " کرنل پرویز نے مختصراً کہا۔

" شاید موت کے خوف سے ؟"

" نہیں ——— "

" پھر کیا وجہ ہے ؟"

" ان لوگوں نے مجھے اس کی پیشکش کی تھی " کرنل پرویز نے جواب دیا۔ میں نے پہلے بھی یہی کہا تھا اور اب بھی میرا مؤقف وہی ہے کہ اگر تمہارے عقائد اور تعلیمات سے میں متاثر ہو گیا تو اپنے ساتھیوں سمیت یہودی مذہب اختیار کر لونگا "

" ہوں ۔ ۔ ۔ " وہ سوچتا ہوا بولا " ایک بات غور سے سن لو۔ اگرچہ میں تمہاری نیت پر شک نہیں کر رہا ہوں لیکن تم اپنے ملک کے مشہور سراغرساں

ہو اگر کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو یاد رکھو انجام عبرتناک ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں" کرنل پرویز نے کہا۔ "لیکن آپ کا خیال درست نہیں ہے۔ میں کسی قسم کی چال چلنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں کیونکہ یہاں سے فرار ہونا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔"

"ہوں" سیاہ چوغے والا اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "ان سب کو مہمان خانے میں پہنچا دو۔ مگر نگرانی میں رکھو، کل انھیں عظیم پیشوا کے روبرو پیش کیا جائے گا۔"

عظیم پیشوا

مہمان خانے کا وہ کمرہ انتہائی آراستہ و پیراستہ تھا جس میں کرنل پرویز اور ان کے ساتھیوں کو پہنچایا گیا تھا۔ اس میں آسائش کی ہر چیز موجود تھی۔ کمرہ بھی لاک نہیں کیا گیا تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ فرار کے لئے راستہ صاف ہے۔ کرنل پرویز کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ یہاں سے نکلتے ہی وہ بے شمار اسٹین گنوں کی زد میں ہوں گے۔

"سر ہمارا اگلا اقدام کیا ہوگا؟" لاشاری نے پوچھا۔

"فی الحال ہمارے سامنے کوئی جامع منصوبہ نہیں ہے" کرنل پرویز نے جواب دیا "میں نے پانسہ پھینک دیا ہے۔ اب حالات کے مطابق قدم اٹھایا جائے گا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے موجودہ حالات میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ابھی ہم ہیکل سلیمانی کی زیارت کریں گے۔ پھر عظیم

پیشوا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس دوران میں مختلف حالات و واقعات سے سابقہ پڑے گا اور جو ہمارے لئے ممکن و مناسب ہو گا وہ ہم کر گذریں گے ــــــ "

فیصل بولا "ڈیڈی اس خط کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں سوچا جسے حاصل کرنے کے لئے ہم یہاں تک آئے ہیں اور ہماری زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں "

"میں اس کی طرف سے غافل نہیں ہوں " کرنل پرویز نے جواب دیا" اس کا حصول ہمارا سب سے بڑا مقصد ہے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہم حالات کے مطابق کام کریں گے۔ خط کے مسودہ کے بارے میں ہم ان سے براہ راست کوئی سوال نہیں کر سکتے تاہم یہاں قیام کے دوران اور ان کا اعتماد حاصل کر لینے کے بعد کسی نہ کسی مرحلے پر ہمیں اس بات کا پتہ ضرور چل جائے گا کہ خط کہاں ہے اور اس ضمن میں اب تک کیا کاروائی کی گئی ہے "

" ڈیڈی ہو سکتا ہے وہ خط عظیم پیشوا کی تحویل میں ہو" زریں نے خیال ظاہر کیا" کیونکہ یہاں کا کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہے "

" میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں " کرنل پرویز نے کہا" خط یقیناً اسی کے پاس ہو گا اور وہی ہمارے ایٹمی پلانٹ پر حملے کا منصوبہ بنائے گا"

" ہم ایک ہی غلیلے میں خط نکلوالیں گے " سدو بھائی بولے " اور عظیم پیشوا کو ذلیل کیچوا بنا کر رکھ دیں گے "

" آپ کی غلیل واقعی کسی وقت کام آسکتی ہے " لاشاری نے کہا"

"کیونکہ ہمارے ہتھیار انھوں نے چھین لئے ہیں "

"شاید غلیل کو بے ضرر سمجھ کر انھوں نے چھوڑ دیا " زرین بولی۔

" جی ہاں " سدو بھائی نے کہا " ضرر اور بے ضرر کا انھیں اس وقت پتہ چلے گا جب ہماری غلیل سے غلیلہ نکلے گا اور ان کی کھوپڑیاں ناریل کی طرح چٹخ جائیں گی "

" خاموش !" کرنل پرویز نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا "شاید کوئی آرہا ہے "

چند لمحوں بعد ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی اور بڑے ادب سے بولی ۔

" آپ لوگ کھانے کے لئے تشریف لے چلئے اس کے بعد مقدس ہیکل کی زیارت کرائی جائے گی "

" باجی کیا پکایا ہے ؟" سدو بھائی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولے۔

" بہت کچھ ہے، آپ چلئے تو سہی " لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

کھانے کی میز پر واقعی بہت کچھ تھا۔ تمام کھانے لذیذ اور وافر مقدار میں تھے۔ سدو بھائی بڑھ بڑھ کر ہاتھ مار رہے تھے۔ انھوں نے اتنا کھا لیا تھا کہ فیصل اور زرین انھیں سہارا دے کر کمرے تک لائے۔

سہ پہر کے بعد ایک اور لڑکی کمرے میں داخل ہوئی وہ پہلی سے بھی زیادہ خوبصورت تھی مزید یہ کہ اس نے انتہائی قابل اعتراض لباس پہن رکھا تھا۔ کرنل پرویز اس کا مطلب سمجھتے تھے ـــــ اور نہ ہی وہ ایسی بے غیرتی کے

متحمل ہو سکتے تھے لیکن مصلحتاً خاموش رہے البتہ سدو بھائی نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور بلند آواز سے بولے۔

" اے خانہ خراب ، اے خاتون بے حجاب ! کیا تیرے ملک میں کپڑے کی صنعت پر زوال آگیا ہے یا تیرے ملک کی برآمدی پالیسی بنانے والوں نے سب کا سب ایکسپورٹ کر دیا ہے اور اپنے لئے ایک دھجی یعنی چندی تک نہیں رکھی ہے "

سدو بھائی نے یہ الفاظ اردو میں کہے تھے اس لئے وہ لڑکی کچھ نہیں سمجھی اور مودٔب لہجے میں بولی۔

" جناب والا ! زیارت کا وقت ہو گیا ہے۔ براہِ کرم مقدس ہیکل میں تشریف لے چلیئے "

کرنل پرویز اس لڑکی کی رہنمائی میں ہیکل سلیمانی کی طرف چل دیئے۔ اس کا منقش دروازہ انتہائی خوبصورت تھا پورے دروازے پر سونے کے پتھر چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اندر داخل ہوئے رنگ و روشنی کا سیلاب سا بہہ رہا تھا۔ اس کی وسعت اور خوبصورتی ناقابل بیان تھی۔ اٹھارہ ہاتھ اونچے ستون تھے جن کا گھیر بارہ ہاتھ کے برابر تھا اور ان پر سونے کی پتیوں کی دلفریب نقاشی کی گئی تھی۔ روائتی ہیکل کے مطابق ستونوں کی چوٹیوں پر خوبصورت تاج تھے جو باریک جالیوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ان کے اطراف میں سونے کی زنجیروں کے خوشنما ہار لٹک رہے تھے۔ غرض ایک عجیب پراسرار ماحول تھا۔ عود و عنبر کی خوشبو اور ہلکی ہلکی گھنٹیوں کی آوازوں نے ماحول کو اور بھی

سحر انگیز بنا دیا تھا۔

کرنل پرویز ہیکل سلیمانی کی ایک ایک چیز کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ دیکھ رہے تھے جیسے بہت متاثر ہوئے ہوں۔ منتظم اعلیٰ ساتھ ساتھ تھا اور یہودی مذہب کی خصوصیت و عظمت بیان کرتا جا رہا تھا۔

ہیکل کی زیارت سے فارغ ہو کر کرنل پرویز اپنے کمرے میں پہنچے تو لاشاری کہنے لگا۔

"سر! ان یہودیوں نے ہیکل کی تعمیر میں اربوں روپے صرف کر دیئے ہیں۔"

"ان کے پاس دولت کی کیا کمی ہے۔" کرنل پرویز نے جواب دیا۔ "پورا امریکہ ان کی مٹھی میں ہے۔"

"خالو جان! ذلیل کیچوا سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔" سدو بھائی بولے۔

"عظیم پیشوا کے لئے تم نے اچھا نام منتخب کیا ہے۔" کرنل پرویز مسکرا کر بولے۔ "مگر زبان پر کنٹرول رکھو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ڈیڈی یہ کتابیں کیسی ہیں۔" زریں نے میز کی طرف اشارہ کیا۔ "اس سے پہلے یہاں موجود نہیں تھیں۔"

کرنل پرویز اس جانب متوجہ ہو گئے۔ میز پر کئی ضخیم کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کرنل پرویز نے ان کا جائزہ لیا۔ ان میں توریت اور یہودی لٹریچر وغیرہ تھا۔ لاشاری بولا۔

"شاید یہ ہمارے مطالعہ کے لئے یہاں رکھی گئی ہیں تاکہ ہم یہودیت سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کر سکیں۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" کرنل پرویز نے جواب دیا۔ پھر وہ کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔

رات کے کھانے کے بعد کرنل پرویز اور سارجنٹ لاشاری کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ انداز ایسا تھا گویا یہودی لٹریچر کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں جب کہ وہ آئندہ کے لئے لائحۂ عمل مرتب کر رہے تھے۔ ٹھیک رات کے بارہ بجے دو افراد جن میں ایک عورت اور ایک مرد تھا سیاہ چوغوں میں ملبوس اندر داخل ہوئے اور قدرے جھکتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں بولے۔

"عظیم پیشوا نے آپ حضرات کو یاد فرمایا ہے۔ تشریف لے چلئے۔"

فیصل زریں اور سدو بھائی اس وقت سو رہے تھے۔ ان کی آمد پر وہ بھی بیدار ہو گئے اور پھر سب لوگ چغہ پوشوں کی رہنمائی میں چل دیئے۔ کئی طویل راہداریوں سے گذر کر وہ لوگ ایک ایسے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ جو عمارت کے آخری حصے میں واقع تھا۔ ایک سیاہ پوش نے چوکھٹ پر لگا ہوا خفیہ بٹن دبایا، اور دروازہ کھل گیا۔

دروازے کے دوسری جانب ایک اور شخص منتظر تھا اس نے سر سے پیر تک سفید لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ دونوں سیاہ پوشوں نے کرنل پرویز اور ان کے ساتھیوں کو سفید پوش کے حوالے کر دیا اور خود واپس چلے گئے۔ اس کی رہنمائی میں طویل زینہ طے کر کے کرنل پرویز ایک نیم تاریک تہہ خانے میں پہنچ گئے۔

سامنے کے رخ پر ایک منقش دروازہ نظر آرہا تھا ان لوگوں کے پہنچتے ہی دروازہ آپ ہی آپ کھل گیا سفید پوش کے اشارے پر سب لوگ اندر داخل ہو گئے وہ ایک ایسا کمرہ تھا جسے عجائب خانہ بھی کہا جا سکتا تھا اور لائبریری بھی۔ سینکڑوں قدیم و ضخیم کتابیں شیشے کے بڑے بڑے شیلف میں ترتیب سے چنی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ ہیکل کے کئی ماڈل، نادر مجسمے، یہودی پیشواؤں کی بڑی بڑی تصاویر اور یہودی مذہب سے متعلق دیگر نوادرات موجود تھے۔ کمرے کے وسط میں لمبی پشت گاہ والی ایک مرصع کرسی پڑی تھی۔ اس کے سامنے طویل فرشی نشست تھی جس پر سفید چاندنیاں بچھی ہوئی تھیں اور سرخ مخمل کے غلاف چڑھے ہوئے گاؤ تکیے رکھے تھے۔

سفید پوش گائیڈ نے کرنل پرویز اور ان کے ساتھیوں کو فرشی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود باہر چلا گیا۔ اب کرنل پرویز اس پراسرار کمرے میں تنہا تھے اور سب لوگ سحر زدہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سناٹا اتنا گہرا تھا کہ رگ رگ میں سرایت کر گیا تھا اور دل کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس وقت سدو بھائی کی حالت قابل دید تھی مگر کرنل پرویز نارمل تھے اور ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار تھے۔

تقریباً دس منٹ بعد ملحقہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نحیف و نزار بوڑھا عصا کے سہارے چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ داڑھی بھنویں اور پلکیں تک بگلے کے پروں کی مانند سفید تھیں۔ لیکن اس کی آنکھوں میں شکرے جیسی چمک تھی اور چہرے پر شیطانیت و مکاری صاف نظر آرہی تھی۔

اس کے عقب میں دو مسلح محافظ تھے جنھوں نے اپنے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھام رکھی تھیں۔

یہی بوڑھا عظیم پیشوا تھا اسے دیکھتے ہی کرنل پرویز اور ان کے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ عظیم پیشوا نے انھیں دعا دی پھر بیٹھنے کے لئے کہا اور خود بھی مرصع کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر آنکھیں بند کئے توریت کی تلاوت کرتا رہا پھر اثرانگیز لہجے میں کہنے لگا۔

"میرے بچو! مجھے معلوم ہے تم کون ہو اور یہاں کس مقصد کے تحت آئے ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم موت کے خوف سے یہودی مذہب اختیار کر رہے ہو لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کل جب تم پر یہودی تعلیمات آشکارا ہوں گی تو تمہارے دل میں سچائی کی شمع روشن ہو جائے گی کہ یہودی مذہب ہی سب سے بڑا اور سب سے سچا مذہب ہے۔ آج تم ایسا کرنے کے لئے مجبور ہو اور کل تمہیں اپنے اس اقدام پر مسرت محسوس ہو گی۔

"آپ نے درست فرمایا عظیم پیشوا" کرنل پرویز رقت آمیز لہجے میں بولے "مقدس ہیکل کی زیارت کے بعد ہم پر یہ راز منکشف ہو گیا ہے کہ گناہوں کی آلائش سے آلودہ روح کو یہیں سکون مل سکتا ہے۔ اب ہم صدق دل سے یہودیت اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں"

"تمہاری خواہش پوری ہو گی" عظیم پیشوا نے اپنا عصا بلند کر کے کہا "مگر تزکیۂ روح کے لئے اس عارضی ہیکل کی زیارت کافی نہیں ہے۔ یہ ہیکل سلیمانی کی اصل جگہ نہیں ہے۔ اس کی جغرافیائی مسند یروشلم ہے جہاں غاصب

مسلمانوں نے مسجد تعمیر کر رکھی ہے۔ اس مسجد کا انہدام ہی ہیکل کی تعمیر کے لئے راہ ہموار کر سکتا ہے۔ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو "

" ہم وہ سب کچھ کر گذریں گے جس کا آپ حکم دیں گے " لاشاری نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا " ہیکل کی تعمیر کے لئے زندگی قربان کر کے ہم اپنی وفاداری ثابت کر دیں گے "

" شاباش میرے بچو! " عظیم پیشوا خوش ہو کر بولا " جانتے ہو ہماری کامیابی کی بنیادیں کیا ہیں "

" نہیں آقا! " کرنل پرویز نے کہا۔

" بدی ـــــ شر ـــــ اور سرمایہ! " عظیم پیشوا نے جواب دیا " یہ وہ ہتھیار ہیں جن کی دنیا تاب نہیں لا سکتی۔ بدلتے ہوئے حالات نے ہم پر ایک اور ذمہ داری ڈال دی ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے مخالفوں اور اپنے دشمنوں کا صفایا کر دیں ان کی بڑھتی ہوئی قوتوں کو پامال کر دیا جائے۔ جس طرح ہم نے فلسطینوں کو نکال باہر کیا اور اب عراق کا ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا۔ ہمارے مخالفین میں تمہارا ملک بھی شامل ہے۔ ہم اس کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے ہمارے ایجنٹوں نے خاصی معلومات حاصل کر لی ہیں جو ایک خط کے مسودے میں درج ہیں لیکن ایٹمی پلانٹ پر بھرپور اور کامیاب حملہ کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ تم ہمیں اپنے ملک کے ایٹمی پلانٹ کی دیگر تفصیلات سے آگاہ کرو۔ یہی تمہاری وفاداریوں کا امتحان ہے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تم خلوص دل سے یہودیت اختیار کرنا چاہتے ہو "

عظیم پیشوا کی بات سن کر کرنل پرویز کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی مگر انھوں نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو پا لیا اور جلدی سے کہا۔

"اے عظیم پیشوا! ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس خط میں کس قسم کی تفصیلات درج ہیں اور ہمیں کس نوعیت کی معلومات فراہم کرنا ہیں"

"میں تمہیں بتاتا ہوں، وہ خط میرے پاس محفوظ ہے" یہ کہہ کر عظیم پیشوا اپنی جگہ سے اٹھا اور دیوار میں نصب خفیہ سیف کھول کر ایک سیاہ چرمی بیگ نکال لایا۔ اور دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اور خط کا مضمون پڑھ کر سنانے لگا۔ جس میں ایٹمی پلانٹ کی جگہ محل وقوع، کارکردگی وصلاحیت اور دیگر تفصیلات درج تھیں یہ وہی خط تھا جس کا مسودہ اسرائیلی ایجنٹوں نے علی اشرف کو قتل کر کے حاصل کیا تھا۔

اس وقت کرنل پرویز کا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ انھوں نے جلدی سے کہا۔

"عظیم پیشوا! آپ نے جو تفصیلات پڑھ کر سنائی ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ نہ اس میں صحیح جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے نہ دیگر کوائف درست ہیں آپ کے ایجنٹ دھوکے کا شکار ہو گئے ہیں یہ اصل خط کا مسودہ نہیں ہے"

"کیا مطلب؟" عظیم پیشوا نے چونک کر کہا۔

"میں نے صحیح کہا ہے آقا" کرنل پرویز نے جواب دیا "اس خط کے مندرجات سے آپ کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس خط کو دیکھ لوں"

"ضرور دیکھو!" عظیم پیشوا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم نے عجیب بات کہی ہے۔"

کرنل پرویز اپنی جگہ سے اٹھ کر عظیم پیشوا کے قریب چلے گئے۔ سب سے پہلے انھوں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر خط لے کر بڑے انہماک سے پڑھنے لگے۔ اس وقت وہ ایک اسٹین گن والے کے بالکل قریب کھڑے تھے۔ کہ یکایک ان کا ہاتھ گھوما اور پوری قوت سے اسٹین گن والے کے منہ پر لگا۔ دوسرے ہی لمحے ان کا دوسرا ہاتھ چل گیا جو اسٹین گن والے کی کلائی پر لگا۔ جس کے نتیجے میں اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ یہ سب کچھ چند لمحوں میں ہو گیا تھا اور انھی لمحات کے دوران کرنل پرویز نے جھک کر اسٹین گن اٹھا لی۔

دوسرا اسٹین گن والا ہکا بکا کھڑا تھا کیونکہ جو کچھ ہوا تھا اس کی توقع کے خلاف تھا۔ تاہم اسے جلد ہی ہوش آ گیا اور اس نے فوراً کرنل پرویز پر فائر جھونک دیا۔ وہ غافل نہیں تھے دوسرے اسٹین گن والے پر انھوں نے نظر رکھی ہوئی تھی چنانچہ وہ جھکے ہی جھکے تیزی سے قلابازی کھا گئے، اور گولی ان کے قریب سے گزرتی ہوئی سامنے کی دیوار سے ٹکرا گئی۔

یکایک ایک اور دھماکہ ہوا اور گولی کھوپڑی کو توڑتی ہوئی دماغ میں گھس گئی ــــــ مگر یہ دھماکہ کرنل پرویز کی اسٹین گن سے ہوا تھا اور دوسرا محافظ اسٹین گن سمیت فرش پر گر گیا تھا۔ لاشاری فوراً حرکت میں آ گیا اور دوسری اسٹین گن اپنے قبضے میں کر لی۔

سدو بھائی ایسے موقع پر کب خاموش رہنے والے تھے۔ وہ تیزی کے

ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے اور عظیم پیشوا کو جسے وہ" ذلیل کیچوا" کا خطاب دے چکے تھے، کرسی سے کھینچ لیا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک حیرت ناچ رہی تھی۔ سدو بھائی نے اس کا عصا چھین کر اس کے سر پہ مارا اور دوسرے ہی لمحے وہ تیورا کر فرش پر گر پڑا۔ سدو بھائی اس کے سینے پہ سوار ہو گئے اور چٹکیوں سے اس کی داڑھی کے سفید بال نوچنے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑبڑاتے جا رہے تھے۔

" ہمارے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرے گا، ذلیل بڈھے! ہم تجھے تباہ کر دیں گے۔ تیری داڑھی کے بالوں کی رسّی بنا کر پھانسی پر لٹکا دیں گے۔"

دوسری جانب فیصل اور زریں اس شخص پر پل پڑے تھے جس سے کرنل پرویز نے اسٹین گن چھینی تھی۔ کیونکہ اس نے اندرونی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا اور لاعلمی میں کرنل پرویز پر فائر کرنے ہی والا تھا کہ دونوں نے اس پر دھاوا بول دیا تھا۔ اس کے بعد لاشاری نے اسٹین گن کا فائر کر کے اسے بھی ختم کر دیا تھا اور دوسری طرف سدو بھائی عظیم پیشوا پر مکے برسا رہے تھے۔ شاید وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

" سر! کامیابی نے ہمارے قدم چوم لئے ہیں۔" لاشاری بولا۔" اب یہاں سے نکلنے کا مسئلہ ہے۔"

" اللہ مدد کرنے والا ہے۔" کرنل پرویز نے خط جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔" آؤ باہر کی طرف چلتے ہیں، حالات سے تو بہر حال نمٹنا ہی ہوگا۔"

عظیم پیشوا کے حجرے سے نکل کر وہ لوگ تہہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف

بڑھے تو اوپر سے قدموں کی دھمک سنائی دی۔ کرنل پرویز نے اشارہ کیا اور سب لوگ سیڑھیوں کے نیچے چھپ گئے۔ ذرا دیر میں تین افراد زینہ طے کر کے نیچے آئے وہ سب گھبرائے ہوئے تھے شاید انھوں نے فائر کی آوازیں سن لی تھیں۔ ان میں ایک ہیکل کا منتظم اعلیٰ اور دو اس کے محافظ تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کلاشنکوف اور دوسرے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

ان کے آگے بڑھتے ہی لاشاری نے عقب سے اسٹین گن کا برسٹ مارا، اور وہ تینوں پھرکی کی طرح گھوم کر نیچے گر گئے۔

ویری گڈ!" کرنل پرویز نے تعریفی انداز میں کہا" اب جلدی سے اوپر چلو۔"

وہ سب زینہ طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ وہ راہداری میں آئے تو سامنے سے وہی اسرائیلی ایجنٹ ہاتھوں میں ریوالور لئے بھاگے چلے آرہے تھے جو خط کا مسودہ چرا کر لائے تھے اور جنہوں نے کرنل پرویز کو مذہب تبدیل کرنے کی پیشکش کی تھی۔

کرنل پرویز اور ان کے ساتھیوں کو اس حالت میں دیکھ کر ان کی آنکھوں میں حیرت ناچ گئی ـــــ اور پھر وہ حیرت ان کی آنکھوں میں منجمد ہو گئی کیونکہ کرنل پرویز کی اسٹین گن نے دو شعلے اگلے تھے اور وہ دونوں آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گئے تھے۔

انھیں ٹھکانے لگانے کے بعد کرنل پرویز پھر راہداری میں تیزی سے دوڑنے لگے۔ اسی لمحے یکایک پوری عمارت میں جگہ جگہ خطرے کے سائرن گ

لگے اس کے ساتھ ہی ہر طرف تیز روشنی پھیل گئی۔ ہزاروں قمقمے ایک ساتھ جل اٹھے تھے عمارت کے باہر وسیع میدان میں بے شمار سرچ لائٹوں کی روشنی پھیل گئی تھی۔ جو اتنی تیز تھی گویا سورج اچانک رات میں طلوع ہو گیا ہو۔

"ڈیڈی سائرن چیخ رہے ہیں ہر طرف روشنی پھیل گئی ہے ہمارے لئے باہر نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔" فیصل نے کہا۔

"ہاں ڈیڈی!" زرین بھی بولی "اس وقت چپہ چپہ روشن ہے سوئی تک تلاش کی جا سکتی ہے۔"

"ہم رک نہیں سکتے۔ بس دوڑے چلے آؤ۔" کرنل پرویز نے بھاگتے ہوئے کہا۔

راہداری سے گذر کر وہ لوگ بیرونی دروازے کی طرف بڑھے تو تین مسلح سپاہی انھیں اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ کرنل پرویز اور لاشاری نے بیک وقت فائر کیا اور وہ تینوں لڑھک گئے۔

برآمدے میں پہنچ کر سب لوگ دیوار کی آڑ میں ٹھہر گئے۔ کرنل پرویز بولے "اگر ہم کسی طرح رن وے تک پہنچ جائیں تو آسانی کے ساتھ یہاں سے نکل سکتے ہیں ہمارا طیارہ وہیں موجود ہے۔"

کرنل پرویز نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ ایک درجن مسلح یہودی سپاہی کسی جانب سے نکل کر برآمدے کی طرف دوڑتے ہوئے نظر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں کلاشنکوف اور اسٹین گنیں تھیں اور وہ دھواں دھار فائرنگ کر رہے تھے۔

لاشاری نے ان کی جانب اسٹین گن سیدھی کر لی مگر کرنل پرویز نے روک دیا "فائر مت کرو۔ تصادم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ نہ معلوم وہ کتنی تعداد میں ہیں اور کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ان محافظوں کی تعداد سیکڑوں تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ ہماری گولیاں ختم ہو جائیں گی اور انتہائی سنگین حالات سے نمٹنے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں رہے گا"

"پھر کیا کرنا چاہیئے؟" لاشاری بولا۔

"میرے خیال میں ہمیں مخالف سمت کی طرف چلنا چاہیئے۔ اس وقت سب سے اہم ضرورت ہمیں خود کو پوشیدہ کرنا ہے"

کرنل پرویز کی تجویز معقول تھی سب لوگ واپس لوٹ پڑے اور پہلے سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑنے لگے۔ سائرن ابھی تک چیخ رہے تھے جن کی ڈوبتی اچھلتی آوازیں ماحول کو مزید ہولناک بنا رہی تھیں۔ آخر کئی پیچ در پیچ غلام گردشوں سے گذر کر وہ سب عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ سنسان تھی مگر فضا میں عجیب سی آواز گونج رہی تھی۔

"یہ کیسی آواز ہے؟" سدو بھائی خوفزدہ لہجے میں بولے۔

"یہ جنریٹر کی گونج ہے جو اس علاقے کو بجلی فراہم کر رہا ہے" لاشاری نے جواب دیا۔

"یہ معلوم کرنا چاہیئے جنریٹر کہاں نصب ہے" زریں بولی۔

"وہ رہا" فیصل نے ایک چھوٹی سی عمارت کی طرف اشارہ کیا۔ جو ہیکل کی بڑی عمارت سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر تھی۔

"فیصل کا خیال درست ہے" کرنل پرویز نے کہا "جنریٹر اسی مقام پر ہے۔ اور اس وقت میرے ذہن میں ایک ترکیب بھی آگئی ہے"

"ڈیڈی کیسی ترکیب ؟" زریں نے پوچھا۔

"ترکیب یہ ہے کہ اگر اسٹین گن کا برسٹ مار کر جنریٹر کو ناکارہ کر دیا جائے تو پورا علاقہ تاریکی میں ڈوب جائے گا اور اس تاریکی میں ہم آسانی سے اپنے طیارے تک پہنچ سکیں گے"

"لاجواب ترکیب ہے" لاشاری نے کہا "یہاں سے فرار کے لئے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہے"

"تمہارے میگزین میں کتنی گولیاں ہیں ؟" کرنل پرویز نے پوچھا۔

"تقریباً آٹھ !" لاشاری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میرے میگزین میں بھی آٹھ دس گولیاں ہونگی آؤ اسی طرف چلتے ہیں"

"ڈیڈی ! ہوسکتا ہے کچھ لوگ وہاں گھات لگائے بیٹھے ہوں اور جنریٹر کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ہم پر گولیوں کی بارش ہو جائے" فیصل نے خطرے کا احساس دلایا۔

"اجی ہم اپنی غلیل سے سب کو بھون کر رکھ دیں گے" سدو بھائی سینہ تان کر بولے "بلکہ ہم تو غلیل سے جنریٹر کو بھی تباہ کر سکتے ہیں"

"میرے خیال میں وہاں کوئی نہیں ہے" کرنل پرویز نے کہا "اور اگر دشمن وہاں موجود بھی ہے تو خطرہ بہر حال مول لینا پڑے گا۔ آؤ چلیں"

سب لوگ بچتے بچاتے جنریٹر کے مقام کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔ یہاں تک کہ اس عمارت کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اس دوران میں کوئی گولی اس طرف سے نہیں چلی شاید خطرے کے سائرن اور فائرنگ کی آواز سن کر سب لوگ ہیکل کی مرکزی عمارت کی جانب چلے گئے تھے۔

اس بڑے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر ایک طاقتور جنریٹر چل رہا تھا۔ کرنل پرویز نے لاشاری کو اشارہ کیا۔ دونوں نے جنریٹر کی جانب اسٹین گن سیدھی کی اور بیک وقت پانچ پانچ گولیوں کا برسٹ جنریٹر پر مارا۔ دوسرے ہی لمحے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پورا علاقہ انتہائی تاریکی میں ڈوب گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی سب لوگ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے رن وے کی طرف دوڑ پڑے۔ اگرچہ گہری تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا کیونکہ آسمان پر چاند بھی نہیں تھا۔ بس کرنل پرویز سب کو لئے ہوئے اندازے سے رن وے کی طرف دوڑ رہے تھے۔ تیز روشنی میں اچانک گھپ اندھیرے کے بعد یوں بھی آنکھیں اندھی سی ہو گئی تھیں۔ تاہم کچھ دیر بعد آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ اب رن وے پر کھڑے ہوئے طیاروں کے دھندے دھندلے ہیولے نظر آنے لگے۔ کچھ دیر بعد کرنل پرویز طیاروں کے قریب پہنچ گئے اگرچہ تاریکی بہت گہری تھی لیکن کرنل پرویز نے اپنا طیارہ شناخت کر لیا۔ وہ تیزی سے کاک پٹ کی طرف بڑھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اندر داخل ہونے کے لئے کہا۔ کاک پٹ میں پہنچ کر انھوں نے فیول میٹر چیک کیا اور پھر انجن اسٹارٹ کر کے تھروٹل کھینچ لیا۔ طیارہ تیزی سے رن وے پر دوڑنے لگا۔

اور پھر فضا میں بلند ہو گیا۔ نیچے ہیکل کی عمارت میں اچانک تاریکی کے سبب چیخ و پکار کی آوازیں گونج رہی تھیں جو طیارے کی گڑگڑاہٹ میں دب کر رہ گئی تھیں۔

طیارے نے دس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ کر اپنا زاویہ درست کر لیا تھا اسی وقت اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کے گولے فضا میں بلند ہونے لگے مگر طیارہ ان کی زد سے دور پہنچ چکا تھا۔ اس کامیابی پر طیارے میں موجود سب لوگ بہت خوش تھے۔ خاص طور پر سدو بھائی خوب چہک رہے تھے اور بلند آواز سے نعرے لگا رہے تھے۔

"خالو جان زندہ باد۔۔۔۔۔ سارجنٹ لاشاری مردہ باد!"

"کیا ——؟" لاشاری نے آنکھیں نکالیں۔

"آئی ایم ویری ساری۔۔۔۔۔" سدو بھائی نے انگریزی بولی "سارجنٹ لاشاری زندہ باد۔۔۔۔۔!"

یہ کہہ کر سدو بھائی نے جیب سے کوئی سفید سی چیز نکالی اور اسے غور سے دیکھنے لگے۔

"سدو بھائی یہ کیا ہے؟" زریں نے پوچھا۔

"عظیم پیشوا یعنی ذلیل کیچوا کے داڑھی کے بال!" سدو بھائی بڑی سنجیدگی سے بولے۔

"بال کیوں لے آئے آپ؟" فیصل نے کہا۔

"اس عظیم فتح کی کوئی نہ کوئی نشانی تو ہمارے پاس ہونی ہی چاہیئے۔"

تھی ۔" سدو بھائی نے جواب دیا۔" ان بالوں کا تعویذ بنا کر ہم کسی مریل اور خارش زدہ کتے کے گلے میں ڈال دیں گے ۔"

سب نے زبردست قہقہہ لگایا ــــــ طیارے کی رفتار کچھ اور تیز ہو گئی تھی۔ فاصلے سمٹ رہے تھے۔ وطن کی سرزمین لمحہ بہ لمحہ قریب ہو رہی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور سدو بھائی اپنی بے سری آواز میں ایک نغمہ الاپنے لگے تھے ۔۔

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد

ختم شد

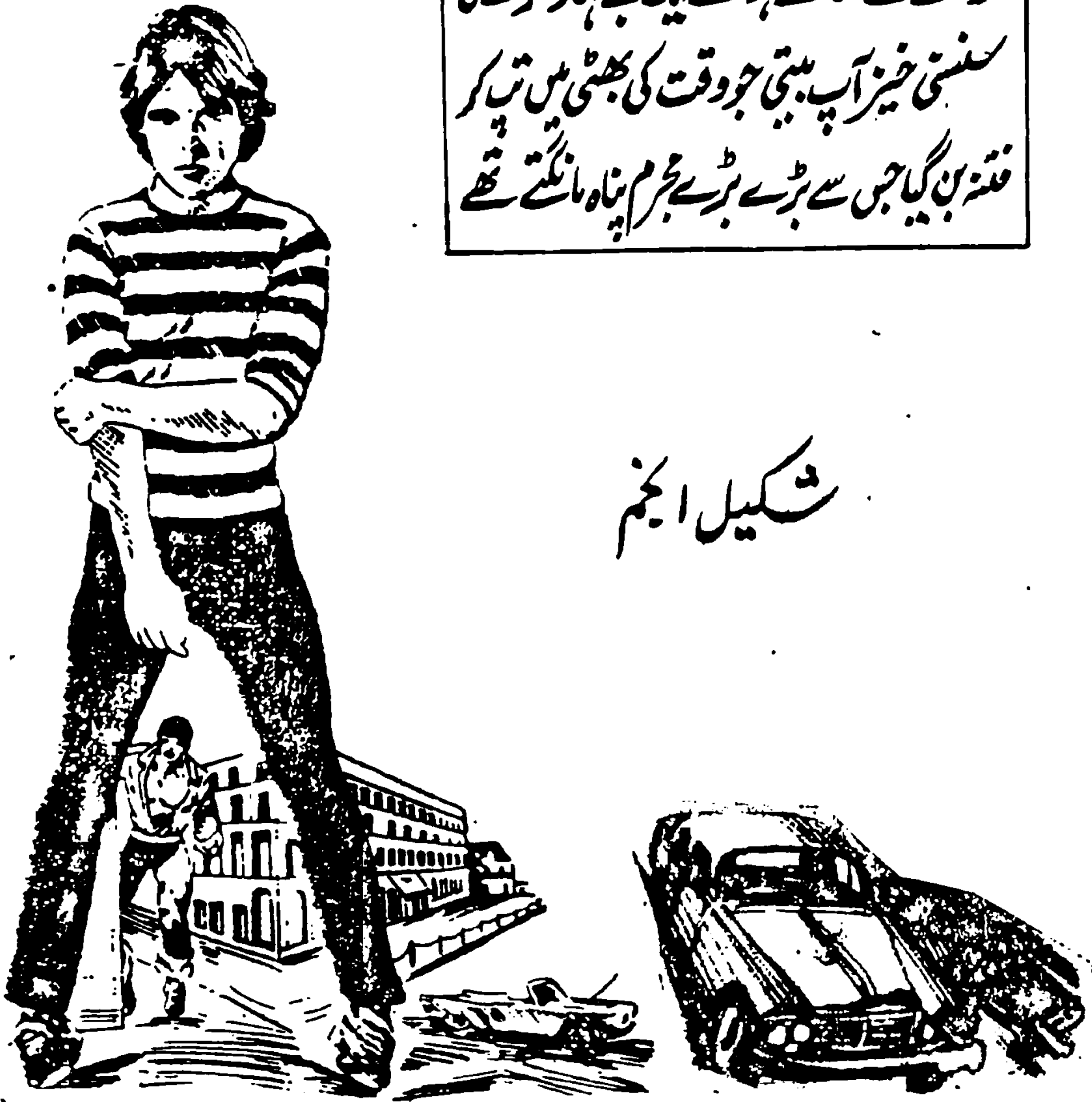
شمس الرحمٰن

ہنگامہ خیز سلسلہ وار کہانی

لڑکا ایک آوارہ

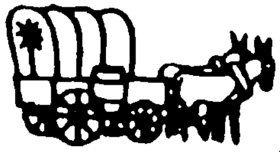
قسط ۶

زمانے کے ستائے ہوئے ایک بے سہارا لڑکے کی
سنسنی خیز آپ بیتی جو وقت کی بھٹی میں تپ کر
فتنہ بن گیا جس سے بڑے بڑے مجرم پناہ مانگتے تھے



شکیل انجم

لڑکا ایک آوارہ



سابقہ قسطوں کا خلاصہ

مجھے نہیں معلوم میرے والدین کون تھے میں نے ہوش سنبھالا تو خود کو ایک بھکارن کے قبضے میں پایا جو مجھے افیم کھلا کر اور جسم پر پٹیاں باندھ کر بھیک مانگنے کی غرض سے سڑک پر لٹا دیا کرتی تھی ایک روز چوروں نے بھکارن کو قتل کر دیا اور رقم کی صندوقچی لے کر فرار ہو گئے۔ اس کی موت کے بعد میں بھی بیمار بن کر سڑک پر لیٹ گیا لیکن مجھے ایک فقیر نے ٹھوکر مار کر بھگا دیا۔ میں نے پولیس والے سے شکایت کی تو اس نے میری ایک نہ سنی بلکہ نام پتہ پوچھنے لگا۔ میرا کوئی نام نہیں تھا چنانچہ مجھے نام رکھنے کی فکر لاحق ہوئی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ انسانوں کے نام کیا ہوتے ہیں۔ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو رستم کہہ کر آواز دی اور پھر غصے سے کمینے کہا تو میں نے بھی اپنا نام رستم کمینے رکھ لیا۔ مجھے بھوک لگی تو ایک ہوٹل کے قریب چلا گیا۔ ایک آدمی نے پلیٹ سے چھیچھڑا نکال کر پھینکا تو میں جھپٹا مگر مجھ سے پہلے اسے کتے نے نگل لیا۔ دوسرے آدمی نے ہڈی پھینکی تو میں نے اٹھالی، مگر اُسے ہڈیاں جمع کرنے والا ایک کباڑی چھین کر لے گیا۔ تب میں نے ایک بیکری سے ڈبل روٹی چرائی۔ مگر پکڑا گیا۔ سپاہی مجھے تھانے لے گیا اور تھانے دار سے مجھے جیل بھجوانے کی سفارش کی۔ تھانے دار شریف آدمی تھا وہ میری مجبوری کو بھانپ گیا اور لاوارث سمجھ کر میرا انتظام کرنے کی غرض سے ایک واقف کار خاتون کو فون کرنے لگا۔ جو کسی بے سہارا لڑکے کو اپنا بیٹا بنانا چاہتی تھیں۔ فون انگیج ملنے پر انسپکٹر نے مجھے کھانا کھلانے کے لئے پانچ روپے دیئے۔ سپاہی نے پانچ کا نوٹ جیب میں رکھا اور ایک قیدی کا آیا ہوا کھانا خود بھی کھا گیا اور تھوڑا مجھے بھی کھلایا اور دھمکی دی کہ انسپکٹر سے کچھ نہ کہوں۔ کچھ دیر بعد وہ خاتون رکشہ میں تھانے پہنچ گئیں جنہیں انسپکٹر میرے بارے میں فون کرتا رہا تھا وہ میرے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آئیں مجھے بھی وہ بہت اچھی لگیں، غرض مجھے بیٹا بنا کر وہ اپنے گھر لے گئیں۔ ان کی ایک نوجوان بیٹی بھی تھی جس کا نام نسرین تھا وہ بھی بہن کی طرح بہت محبت سے پیش آئی۔ مجھے نہلایا گیا، پھر نئے کپڑے پہنائے گئے۔ اس کے بعد کھانا وغیرہ کھایا اور مجھے رہنے کے لئے ایک علیحدہ کمرہ دے دیا گیا۔ کچھ وقت گزرا تو مجھے افیم کی طلب محسوس ہوئی۔ مگر افیم وہاں کہاں تھی۔ جب میری حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو گھر سے نکل بھاگا اور افیم کی ہٹی پر پہنچ گیا لیکن میرے پاس افیم خریدنے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ چنانچہ جیسے ہی ایک آدمی افیم خرید کر ہٹی سے باہر نکلا میں اس کے ہاتھ سے پڑیا چھین کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر اس نے فوراً ہی میری گردن دبوچ لی۔ میں نے اپنی دکھ بھری داستان سنائی تو وہ مجھے بیٹا بنا کر اپنے گھر لے گیا اس کا نام رمضان تھا۔ گھر میں اس کی بیوی بھی تھی اس کا نام عیدن تھا۔ وہ بہت غریب لوگ تھے۔

جھونپڑی میں رہتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ رہنے لگا۔ میری دونوں ضروریات پوری ہوگئی تھیں انہیں بھی ملنے لگی اور روٹی بھی۔ اسی دوران میں نے محسوس کیا کہ رمضان کی مصروفیات بڑی پُراسرار قسم کی ہیں۔ وہ آدھی رات کو گھر سے نکل کر جاتا، فجر کے وقت واپس آتا۔ پھر دن کے بارہ بجے تک پڑا سوتا رہتا۔ ایک رات میں نے اس کا تعاقب کیا تو پتہ چلا کہ وہ قبرستان جاتا ہے اور مردوں کے کفن چرا کر فروخت کرتا ہے۔ اس نے مجھے بھی اسی کام پر لگالیا۔ پہلے تو میں خوفزدہ ہوا لیکن رفتہ رفتہ عادی ہوتا چلا گیا اور کفن چوری میں اتنا ماہر ہوگیا کہ رمضان کے بھی کان کترنے لگا۔ اب میں تنہا قبرستان جاتا تھا اور کفن نکال لاتا تھا۔ ایک مرتبہ قبرستان میں رات کے دو بجے مُردے کا کفن اتارنے کی غرض سے قبر میں اترا تو اچانک کفن سے ہاتھ برآمد ہوا اور اس نے میری ٹانگ پکڑ لی۔ وہ ایک نوجوان لڑکی کی لاش تھی اسی نے میری ٹانگ پکڑ رکھی تھی اس کی آنکھیں بھی حرکت کر رہی تھیں۔

اس وقت مجھ پر شدید خوف طاری تھا۔ میں نے ٹانگ چھڑانے کی کوشش کی مگر لاش کی گرفت اور سخت ہوگئی۔ وہ سولہ سترہ برس کی ایک انتہائی خوبصورت لڑکی تھی۔ میں نے سوچا قبر کھولتے ہی شاید کوئی روح اس کے جسم میں داخل ہوگئی ہے۔ وہ بھی بہت خوفزدہ معلوم ہوتی تھی۔ گھبرا کر بولی "تم کون ہو، میں کہاں ہوں؟" میں نے بتایا "تم قبر میں ہو، میں کفن چور ہوں۔ تمہارا کفن اتارنے آیا تھا کہ زندہ ہوگئیں۔ وہ چیخ مار کر قبر سے نکل آئی۔ میرے کہنے پر اس نے اپنے حالات سنائے۔ بولی "میں شہر کے ایک دولت مند تاجر کی بیٹی ہوں۔ کام کی زیادتی کے سبب والد نے ایک نوجوان کو ملازم کے طور پر رکھا۔ وہ بہت مخلص اور ایماندار تھا۔ والد نے اس سے میری شادی کردی۔ والد کے انتقال کے بعد تمام کاروبار اسی کے ہاتھ میں آگیا۔ رفتہ رفتہ اس کی شخصیت سے پردہ اٹھنے لگا۔ وہ جواری، شرابی اور اول درجے کا بدکردار تھا۔ کچھ عرصہ بعد پتہ چلا کہ وہ اپنی لیڈی سیکریٹری سے شادی کر رہا ہے۔ میں نے سیکریٹری کو نکال دیا اور کاروباری امور اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ وہ میرا دشمن بن گیا۔ کئی مرتبہ میرے قتل کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ میں سکتے کی مریض ہوں۔ بعض اوقات موت کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ شاید کل بھی مجھ پر دورہ پڑا تھا۔ میرے شوہر نے اس سے فائدہ اٹھایا اور موت کا ناٹک رچا کر مجھے زندہ دفن کردیا۔ اس لڑکی کا نام فرزانہ تھا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کی پیش کش کی مگر وہ ایک کفن چور کے گھر جانے پر تیار نہ ہوئی بلکہ مجھے پیش کش کی کہ تم بھی وہ گھر چھوڑ دو۔ کفن چوری کرنا اچھا پیشہ نہیں ہے۔ میں تمہیں پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بناؤں گی۔ شوہر کے گھر جانے کے بجائے وہ مجھے اپنی ایک سہیلی کے گھر لے گئی۔ لیکن سہیلی اسے دیکھتے ہی بھوت..... بھوت..... کہہ کر بھاگ کھڑی ہوئی کیونکہ وہ خود فرزانہ کی میت میں شریک ہوئی تھی مگر اب اسے دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی تھی۔ آخر فرزانہ نے بڑی مشکل سے یقین دلایا کہ وہ مری نہیں تھی بلکہ شوہر نے سکتے کے عالم میں زندہ دفن کردیا تھا۔ وہ مجھے ختم کرکے میری دولت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے

اور سیکریٹری سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کی سہیلی عظمیٰ بولی۔ اب کیا خیال ہے اس نے تو تمہاری موت کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیا ہے۔ میں نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا کہ اس ذلیل انسان سے ایسا انتقام لوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ اسی وقت اچانک دروازے پر تیز دستک کی آواز آئی۔

اب آگے پڑھیئے !

دستک کی تیز آواز پھر آئی۔ فرزانہ کی سہیلی عظمیٰ کے چہرے پر فکر و تردّد کے آثار نمودار ہو گئے تھے مگر فرزانہ کچھ زیادہ ہی گھبرائی ہوئی تھی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"یہ ..... یہ شاہد نہ ہو؟"

"کون ۔ تمہارا شوہر؟" عظمیٰ نے پوچھا۔

"ہاں وہی۔"

"مگر وہ یہاں کیسے آ سکتا ہے۔"

ہو سکتا ہے وہ قبرستان کی نگرانی کرتا رہا ہو۔ اور اس نے مجھے یہاں آتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔" فرزانہ تفکر آمیز لہجے میں بولی۔

"بے بنیاد اندیشوں کو دل میں جگہ نہ دو۔" میں نے فرزانہ سے کہا۔ "وہ تمہیں دفن کرنے کے بعد چین سے بستر پر سو رہا ہوگا۔ یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی کہ کوئی چور قبر کھود کر تمہیں نکال سکتا ہے۔"

دستک کی آواز پھر آئی۔ ساتھ ہی کسی نے کہا "عظمیٰ دروازہ کھولو۔ کیا بات ہے؟ تم کیوں چیخ رہی تھیں؟"

"اوہ... یہ تو میرے چچا ہیں!" عظمیٰ سرگوشی میں بولی "برابر کے فلیٹ میں رہتے ہیں۔ میری چیخ کی آواز سن کر چلے آئے ہیں۔"

"ہمیں کہیں چھپا دو۔" فرزانہ بولی "خواہ مخواہ کا تماشہ بن جائے گا۔"

"ٹھیک ہے!" عظمیٰ نے کہا "تم دونوں اس الماری کے پیچھے چھپ جاؤ۔"

میں اور فرزانہ فوراً الماری کے پیچھے چلے گئے۔ عظمیٰ نے دروازہ کھول دیا۔ اس کے چچا اور چچی اندر آ گئے "کیا معاملہ ہے؟ تم نے کیوں چیخ ماری تھی؟" چچا نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں چچا جان!" عظمیٰ نے جواب دیا "میں نیند میں ڈر گئی تھی کوئی اور بات نہیں ہے۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا رات کو ہمارے یہاں سو جایا کرو۔" چچی کہنے لگیں "مگر تم نے ہماری بات مانی ہی نہیں۔"

"آپ برابر میں موجود ہیں پھر کیا فکر ہے۔" عظمیٰ نے ٹالنے کی غرض سے کہا۔ کچھ دیر بعد چچا اور چچی واپس چلے گئے۔ عظمیٰ نے آہستہ سے آواز دی۔

"اب نکل آؤ، وہ لوگ چلے گئے ہیں۔"

میں اور فرزانہ الماری کے پیچھے سے نکل آئے۔ فرزانہ بولی "بھئی عظمیٰ! بڑی سخت بھوک لگی ہے۔ اس کمبخت شاہد نے نہ جانے کب مجھے قبر

یں دفن کیا تھا۔ اس وقت سے اب تک کچھ پیٹ میں نہیں گیا ہے۔ کچھ کھانے کے لیے ہو تو لے آؤ۔"

"بہت کچھ ہے۔ تم بیٹھو میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" عظمیٰ نے کہا۔ اور کچن کی طرف چلی گئی۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں مکھن، ڈبل روٹی اور فروٹ وغیرہ تھے۔ ہم دونوں کھانے پر ٹوٹ پڑے اور ذرا سی دیر میں ٹرے صاف ہو گئی۔

"پیٹ نہیں بھرا تو فرج میں گوشت موجود ہے۔" عظمیٰ نے کہا۔

"پندرہ بیس منٹ میں بھون کر لے آؤں گی۔"

"اب ضرورت نہیں ہے۔ بہت کھا لیا۔"

میں نے بھی ایک لمبی سی ڈکار لی اور آستین سے منہ صاف کر کے کئی گلاس پانی چڑھا گیا۔

"بری بات!" فرزانہ بولی "آستین سے منہ صاف نہیں کرتے۔

"ہاں" عظمیٰ نے بھی کہا "سامنے بیسن ہے وہاں جا کر منہ ہاتھ صاف کر لو۔ تولیہ بھی موجود ہے۔"

فرزانہ پہلے ہی بیسن کی طرف چلی گئی تھی میں نے بھی جا کر منہ ہاتھ صاف کیا اور واپس آ گیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" عظمیٰ نے پوچھا۔

"دماغ ابھی کام نہیں کر رہا ہے" فرزانہ سوچتی ہوئی بولی "مسئلہ یہ ہے کہ شاہد سے کس طرح نمٹا جائے۔"

"میرے چچا وکیل ہیں۔" عظمیٰ نے کہا۔ "تم کہو تو شاہد کے خلاف عدالت میں کیس دائر کر دیا جائے۔"

"یہ کافی پیچیدہ مسئلہ ہے۔" فرزانہ تفکر آمیز لہجے میں بولی۔ "بقول تمہارے شاہد میری موت کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکا ہے اور اسے قانونی شکل دے دی تھی۔ عدالت میں وہ یہی ثابت کرے گا کہ میں نقلی فرزانہ ہوں۔ اس کی ہمشکل ہوں اور اسی مشابہت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے!" عظمیٰ نے کہا۔ "میں بھی وکالت پڑھ رہی ہوں اور اتنی بات جانتی ہوں کہ تم عدالت سے قبر کھولنے کی درخواست کر سکتی ہو۔ ظاہر ہے اس سے تمہاری لاش برآمد نہیں ہوگی۔"

"شاہد بہت عیّار انسان ہے۔" فرزانہ نے کہا۔ "وہ عدالت میں یہ مؤقف اختیار کرے گا کہ میرے پیچھے مجرموں کا کوئی گروہ کام کر رہا ہے جس نے ثبوت مہیا کرنے کی غرض سے لاش قبر سے غائب کر دی ہے۔"

"پھر آخر کیا کرنا چاہتی ہو؟" عظمیٰ نے کہا۔ "کیا شاہد کو کھلی چھٹی دے دو گی۔"

"ہرگز نہیں۔" فرزانہ پُرعزم لہجے میں بولی۔ "میں اس سے انتقام لوں گی۔ غداری کا مزا چکھاؤں گی مگر اس کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔ جلدبازی میں کام بگڑ جاتا ہے۔ مجھے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔ اس کے علاوہ سب سے پہلے رہائش کا مسئلہ حل کرنا ہے۔"

"گھر نہیں جاؤ گی؟"

"گھر جا کر ایک مرتبہ پھر خود کو شاہد کے ہاتھوں قتل کروا دوں؟"
فرزانہ سہم کر بولی "اس مرتبہ وہ کوئی غلطی نہیں کرے گا۔ سچ مچ مجھے مار ڈالے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہچاننے ہی سے انکار کر دیگا۔"

میں نے فوراً کہا "فرزانہ باجی میں چھوٹا ضرور ہوں مگر بڑا آفت ہوں۔ وہ اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ گردن مروڑ کر رکھ دوں گا اس شیطان کی۔"

فرزانہ ہنس کر بولی "اس کی گردن بہت موٹی ہے۔ تمہارے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں نہیں آئے گی۔"

"تم فکر مت کرو!" میں نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "رسّی کا پھندہ گردن میں ڈال کر ایسا جھٹکا دوں گا کہ بیٹا فرش کی خاک چاٹنے لگے گا۔"

"ہاں تم رہائش کا کہہ رہی تھیں؟" عظمیٰ نے پوچھا۔

"مجھے اپنے لیے ایک علیحدہ گھر کا انتظام کرنا ہوگا۔" فرزانہ نے جواب دیا "بلکہ جلد ہی کرنا ہوگا۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں۔"

"پھر کیا سوچا ہے تم نے اس سلسلے میں؟ مکان خریدو گی یا کرایہ پر لو گی؟"

"خرید بھی سکتی ہوں، میرے پاس دولت کی کیا کمی ہے۔" فرزانہ بولی۔ "مگر مسئلہ رقم کے حصول کا ہے۔ کیونکہ میرے پاس چیک بک نہیں ہے۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" عظمیٰ نے کہا "ظاہر ہے بینک مینیجر تمہیں جانتا ہوگا۔ درخواست لکھ کر دوسری چیک بک حاصل کر لو۔"

"یہ ممکن ہے" فرزانہ سوچتی ہوئی بولی "مگر اندیشہ یہ ہے کہ شاہد نے بینک کو میری موت کی اطلاع نہ دے دی ہو۔ ان لوگوں نے مجھے زندہ حالت میں دیکھا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ شاہد کو بھی اس کی اطلاع پہنچ سکتی ہے۔"

"اتنی جلد اس نے بینک کو مطلع نہیں کر دیا ہوگا" عظمیٰ نے کہا "ابھی ایک ہی دن تو گزرا ہے بلکہ پورا دن بھی نہیں ہوا۔ کل مغرب سے کچھ پہلے تمہیں دفن کیا گیا تھا۔ اس وقت تک بینک بھی بند ہو جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے" فرزانہ بولی "مگر میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔"

"پھر رقم کس طرح حاصل کرو گی؟"

"کسی طرح چیک بک ملے تو کام بن جائے۔"

"چیک بک کہاں ہے؟"

"میری الماری میں ہے۔"

"ہو سکتا ہے تمہیں دفن کرنے کے فوراً بعد شاہد نے چیک بک اور تمہاری دیگر ضروری اشیاء پر بھی قبضہ کر لیا ہو" عظمیٰ نے خیال ظاہر کیا "ظاہر ہے تم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے اور ایک دوسرے کی چیزوں اور ان کی جگہ کا علم رہتا ہوگا۔"

"یہ بات تو ہے" فرزانہ فکرمند لہجے میں بولی۔

"کوئی فکر کی بات نہیں ہے" میں نے کہا "یہ رستم کمبخت کس دن کام آئے گا۔ اگر چیک بک اس نے سات تالوں میں بھی بند کر رکھی ہوگی تو نکال لاؤں گا۔"

"تم بغیر چابی کے تالا کھول سکتے ہو؟" عظمیٰ حیرت سے بولی۔

"کیوں نہیں کھول سکتا۔ استاد نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔"

"کون استاد ہے؟"

"وہی جس کے یہاں میں رہتا تھا۔ جس نے کفن چوری کا پیشہ سکھایا ہے۔"

"نہیں نہیں!" فرزانہ جلدی سے بولی "میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ اگر اس نے دیکھ لیا تو تمہیں مار دے گا یا پولیس کے حوالے کر دیگا۔"

"فرزانہ باجی آپ مجھے بھی کچھ کم نہ سمجھیں۔" میں نے سینہ تان کر کہا۔ "اس کے ہاتھ ہرگز نہیں آؤں گا۔ چھلاوے کی طرح نکل جاؤنگا۔ بس آپ مجھے اپنے گھر کا پتہ بتا دیں۔"

"میرا گھر کہکشاں سوسائٹی میں ہے۔" فرزانہ نے بتایا۔ "بنگلہ نمبر چھیاسی۔"

"کہکشاں سوسائٹی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ "مجھے تو شہر کے علاقوں کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔"

فرزانہ سوچنے لگی..... میں نے کہا۔ "ایک حل میری سمجھ میں آتا ہے۔"

"کیسا حل ــــ بتاؤ!"

"کل دن کے وقت ہم ٹیکسی میں اس طرف سے گزریں گے۔ تم اشارے سے اپنا گھر دکھا دینا۔"

"اگر شاہد نے کسی طرح فرزانہ کو دیکھ لیا تو؟" عظمیٰ نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"فرزانہ باجی برقعہ اوڑھ لیں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ ترکیب ٹھیک ہے۔" فرزانہ سوچتی ہوئی بولی۔ "مگر برقعہ کہاں سے آئے گا۔ عظمیٰ تمہارے پاس کوئی برقعہ ہے؟"

"میں برقعہ کہاں استعمال کرتی ہوں۔ نہ امی پہنتی ہیں۔"

"برقعہ نہیں ہے تو چادر سے کام چل جائے گا۔" میں نے کہا۔ "تم منہ ڈھانپ کر بیٹھ جانا۔"

"چھوٹے ضرور ہو مگر کافی سمجھدار ہو۔" فرزانہ مسکرائی۔ "ہر مسئلے کا حل جلد سوچ لیتے ہو۔ بڑے ہو کر نہ جانے کیا کرو گے۔"

"شاہد جیسے لوگوں کی مٹی پلید کیا کروں گا۔"

میرے اس جملے پر دونوں نے زبردست قہقہہ لگایا۔ پھر یہ بات طے ہو گئی کہ صبح میں اور فرزانہ ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کے گھر کی طرف جائیں گے۔ فرزانہ چادر اوڑھ لے گی تاکہ اگر اتفاق سے شاہد کی نظر بھی پڑ جائے تو پہچان نہ سکے۔

اگلے روز میں اور فرزانہ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "میری جیب میں تو صرف پانچ روپے ہیں۔ ٹیکسی کا کرایہ بھی تو دینا ہو گا۔"

"تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟" فرزانہ نے عظمیٰ سے پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میں اپنا جیب خرچ بچا کر رکھتی ہوں۔ کتنے پیسے چاہئیں؟"

"یہی تقریباً پچاس روپے۔"

عظمیٰ دوسرے کمرے میں چلی گئی اور الماری سے پچاس روپے کا نوٹ نکال لائی۔ ہم دونوں نیچے اتر کر سڑک پر پہنچے تو خالی ٹیکسی مل گئی۔ ہم دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی چل پڑی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ٹیکسی کہکشاں سوسائٹی میں داخل ہو گئی جہاں ہر طرف عالیشان عمارتیں اور خوبصورت بنگلے تھے۔ تقریباً دو فرلانگ کا مزید فاصلہ طے کرنے کے بعد فرزانہ

نے ایک خوبصورت کوٹھی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ ہے میرا گھر۔"

میں نے اس طرف دیکھا، اور دوسرے ہی لمحے زبردست دھماکہ ہوا اور ٹیکسی لہرا کر اسی کوٹھی کے سامنے رک گئی۔

"کیا ہوا ۔۔ ہے" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا۔

"ٹائر برسٹ ہو گیا" وہ پریشان سا ہو کر بولا "پہیہ تبدیل کرنا پڑے گا۔"

"اس جگہ ٹیکسی کا رکنا بہت برا ہوا۔" فرزانہ سرگوشی میں بولی "شاہد کسی وقت بھی باہر نکل کر اس طرف آ سکتا ہے۔"

میں نے کہا "آنے دو اسے، تم چادر کو اچھی طرح لپیٹ لو۔ وہ تمہارا چہرہ کھول کر تو نہیں دیکھے گا۔"

فرزانہ نے میرے مشورے پر عمل کرتے ہوئے چادر کو اس طرح لپیٹ لیا کہ چہرہ نظر نہ آ سکے۔ ٹیکسی ڈرائیور نیچے اتر گیا تھا اور مایوسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ اسی وقت فرزانہ کی کوٹھی کا بیرونی گیٹ کھلا اور ایک نوجوان آدمی برآمد ہوا۔ فرزانہ نے اسے کن انکھیوں سے دیکھ لیا تھا۔ گھبرا کر سرگوشی میں بولی۔

"رستم! یہی ہے شاہد!"

"اچھا!" میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا "یہ ہے وہ ذلیل آدمی۔ بہر حال گھبراؤ مت وہ تمہیں پہچان نہیں سکتا۔"

"مگر یہ تو برا ہوا کہ وہ تمہیں پہچان جائے گا۔"

"یہ تو ہے" میں نے سوچتے ہوئے کہا "مگر مجبوری ہے۔"

اتنی دیر میں شاہد ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ ڈرائیور سے بولا۔

"کیا بات ہے۔ یہ کیسا دھماکہ تھا ہے"

"ٹائر برسٹ ہو گیا ہے جناب!"

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" شاہد بولا۔ "پہیہ بدل لو۔ کیا تمہارے پاس اسپیئر ٹائر نہیں ہے ہے"

"ٹائر تو ہے مگر جیک نہیں ہے۔"

"جیک ہمیشہ گاڑی میں موجود ہونا چاہیئے۔" شاہد نے کہا۔ "کسی وقت بھی ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے۔ خیر اس وقت مجھ سے جیک لے کر کام چلا لو مگر آئندہ خیال رکھنا۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹیکسی کے اندر فرزانہ پر نظر ڈالی۔ شاید اس کی چھٹی حس نے چوکنا کر دیا تھا۔ فرزانہ چادر میں کچھ اور سمٹ گئی۔ شاہد بولا۔

"یہ کون خاتون ہیں ہے"

"میری بہن ہیں۔" میں نے فوراً کہا۔ "بیمار ہیں اسپتال لے جا رہا ہوں۔"

"آؤ میرے ساتھ!" شاہد ڈرائیور سے بولا۔ "تمہیں گیراج سے جیک نکال کے دیدوں۔"

ڈرائیور اس کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے فرزانہ سے کہا۔ "یہ تو بڑا شریف لگتا ہے۔"

"اوپر سے شریف ہے مگر اندر شیطان گھسا ہوا ہے۔" فرزانہ نفرت انگیز لہجے میں بولی۔

"فکر مت کرو میں اس کی ساری شیطانی نکال دوں گا۔ اور ہاں میں بھی

اندر جا رہا ہوں۔ ذرا عمارت کا جائزہ لے لوں۔"

یہ کہہ کر میں بھی اندر چلا گیا۔ صدر دروازہ سامنے ہی تھا۔ میں عمارت کے دوسرے حصوں کا جائزہ بھی لینے لگا۔ اسی وقت پیچھے سے شاہد کی آواز آئی۔

"ارے..... تم وہاں کیا کر رہے ہو۔"

"دیکھ رہا تھا۔ کتنی خوبصورت عمارت ہے۔" یہ کہہ کر میں گیراج کی طرف چل دیا۔ ڈرائیور جیک اٹھا کر باہر آ گیا تھا۔ میں بھی نکل آیا۔ دس پندرہ منٹ میں ڈرائیور نے پہیہ تبدیل کر دیا۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی چل پڑی۔ ڈرائیور بولا۔ "کہکشاں سوسائٹی تو یہی ہے آپ لوگوں نے کہاں جانا ہے؟"

میں نے کہا۔ "واپس چلو۔ جہاں سے لائے ہو ہمیں وہیں چھوڑ دو۔ دراصل ہم ایک چیز گھر بھول آئے ہیں۔"

ڈرائیور کو اس سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ ظاہر ہے اسے میٹر کے مطابق کرایہ چاہیئے تھا۔ خواہ کہیں چلنے کے لیے کہا جاتا۔

ٹیکسی سے اتر کر ہم اوپر پہنچے تو عظمیٰ بے چینی سے ہماری منتظر تھی بے صبری سے بولی۔ "کیا ہوا؟"

"سب ٹھیک ہوا۔" میں نے جواب دیا۔ "بلکہ شاہد سے ملاقات بھی ہو گئی اور میں نے گھر بھی اچھی طرح دیکھ لیا اب اس میں داخل ہونا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"اچھا..... وہ کیسے؟" وہ حیرت سے بولی۔

میں نے کہا۔ "خاص اسی جگہ ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ ڈرائیور کے پاس

جیک بھی نہیں تھا اور تمہیں یہ سن کر بھی تعجب ہوگا کہ جیک بھی شاہد نے دیا"

"خوب!" عظمیٰ مسکرا کر بولی۔" اس نے فرزانہ کو پہچانا تو نہیں ہے"

"بالکل نہیں۔ یہ تو چادر کو خوب لپیٹ لپاٹ کر بیٹھ گئی تھیں"

"اب کیا پروگرام ہے ہے"

"میں نے کہا" پروگرام یہ ہے کہ میں آج رات ہی اس کوٹھی میں داخل ہوں گا۔ رہا قفل وغیرہ کھولنے کا مسئلہ تو میں ابھی کسی کباڑی سے چابیوں کا پرانا گچھا خرید لاتا ہوں۔ اس میں سے کوئی نہ کوئی چابی تو لگ ہی جائے گی اس کے علاوہ تار کا ایک ٹکڑا بھی جیب میں رکھ لوں گا۔ مجھے استاد نے بتا دیا ہے کہ تار سے بند تالے کس طرح کھولے جاتے ہیں"

دوپہر کے کھانے کے بعد میں بازار چلا گیا اور ایک کباڑی سے چابیوں کا گچھا خرید لایا جس میں پچیس تیس چابیاں تھیں۔ واپس آیا تو عظمیٰ کی چچی بھی گھر میں موجود تھی۔ فرزانہ کے بارے میں عظمیٰ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ یہ میری سہیلی ہے دو چار روز کے لیے مہمان آئی ہوئی ہے۔

ٹھیک رات کے دو بجے میں جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ فرزانہ بولی۔ "دیکھو ذرا ہوشیاری سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ پائے۔ میں نے کہا" فکر مت کرو۔ چیک بک واپس لے کر ہی لوٹونگا" یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا۔ آدھی رات کے وقت سڑک پر دور دور کسی ٹیکسی یا رکشہ کا پتہ نہیں تھا لہٰذا میں پیدل ہی چل پڑا۔ راستہ میں نے دن میں ذہن نشین کر لیا تھا چنانچہ پولیس والوں کی نظروں سے بچتا اور گلیوں سے گزرتا ہوا شاہد کی کوٹھی تک جا

پہنچا۔ چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی چنانچہ میں اچک کر اوپر چڑھا اور دوسری جانب آہستگی سے کود گیا۔ اب میرا رُخ صدر دروازے کی جانب تھا۔ بے آواز قدموں اس طرف بڑھنے لگا۔ صدر دروازے پر پہنچ کر میں نے محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا، مگر خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر صدر دروازے کا مخفی قفل کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ اور ابھی قفل کھلا نہیں تھا کہ اچانک پیچھے سے کسی نے بہت آہستگی سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور میں اچھل پڑا۔ (باقی آئندہ)

اس پُر اسرار اور حیرت انگیز داستان کی ساتویں قسط کرنل پرویز کے آئندہ ماہ کے ناول میں پڑھیئے



شرائط ذہنی آزمائش

ذہنی آزمائش کا حل بھیجنے کی کوئی فیس نہیں ہے۔

صحیح حل پر ایک ہزار روپے کا انعام پیش کیا جائے گا۔ صحیح حل اگر زیادہ تعداد میں ہوں گے تو انعام کی رقم برابر برابر تقسیم کر دی جائے گی۔

سب سے پہلے موصول ہونے والے حل پر پچاس روپے کا خصوصی انعام دیا جائے گا خواہ حل صحیح ہو یا غلط۔

اپنے حل صاف اور خوشخط تحریر کیجئے۔ حل صرف چھپے ہوئے کاغذ پر لکھ کر روانہ کیجئے جسے کتاب سے آسانی کے ساتھ کاٹ سکتے ہیں۔ علیحدہ کاغذ پر حل قبول نہیں کیے جائیں گے۔

تمام جملے کرنل پرویز سیریز اور قالوط سیریز کی شائع شدہ کتب سے لیے گئے ہیں۔

صحیح حل اور انعام یافتگان کے نام آئندہ ماہ کے ناولوں میں شائع ہوں گے۔

ادارے کا فیصلہ قطعی اور آخری تصور کیا جائے گا۔



ذہنی آزمائش میں شرکت کرنا بہت آسان ہے۔ خاکے میں دیئے گئے الفاظ میں سے صرف ایک لفظ منتخب کر کے خالی خانے میں لکھ دیجئے۔ اس طرح آٹھ اشاروں میں سے ایک ایک لفظ منتخب کر کے لکھیے اور اپنا نام پتہ لکھ کر ہمیں بھیج دیجئے تمام جملے کرنل پرویز سیریز کے ناولوں سے لیے گئے ہیں۔ اگر آپ کے پاس ناول موجود ہیں تو ان سے صحیح لفظ نکال سکتے ہیں اور دماغ سے سوچ کر بھی لکھ سکتے ہیں۔

ذہانت آزمائیے - انعام پائیے

ذہنی آزمائش

۱۰۰۰۰۰ روپے کے نقد انعامات

انعام کا انعام ——— امتحان کا امتحان

ذہنی آزمائش مقابلہ نمبر ۴ آخری تاریخ ۲۵۔ مارچ

نمبر شمار	منتخب جملے جو کرنل پرویز اور قابوط سیریز سے لیے گئے ہیں	ممکن الفاظ			منتخب لفظ
۱	مشین گن اور ...... میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے	زبان	—	غلیل	
۲	.... دینے والا زیادہ قصوروار ہوتا ہے۔	رشوت	بھیک	لالچ	
۳	نئی نسل تیزی سے ..... کی طرف بڑھ رہی ہے۔	برائی	—	ترقی	
۴	...... بڑی ظالم اور بے حس ہوتی ہے۔	تقدیر	ضرورت	پولیس	
۵	رسّی جل جاتی ہے مگر بل .... رہتا ہے۔	باقی	—	قائم	
۶	اس دنیا میں ہر چیز .... ہے۔	بکتی	ملتی	فانی	
۷	آدمی سو جاتا ہے مگر ...... جاگتا رہتا ہے۔	احساس	—	ہمزاد	
۸	بچوں کو پڑھانا بھی ...... ہو گیا ہے۔	مہنگا	مشکل	فیشن	

نام ____________ دستخط ____________

پتہ ____________

____

اپنے حل اس پتہ پر روانہ کریں

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱